Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

JOURNAL PROFILE
Noor-e-Tahqeeq is a quarterly, HEC "Y" Category research journal of Lahore Garrison University, publishing peer-reviewed studies in Urdu language and literature since 2017. It provides a credible platform for original research and contemporary criticism.

CONTACT
Dr Muhammad Haroon Qadir
Editor, Noor e Tahqeeq
Department of Urdu
Lahore Garrison University, Lahore, 0303-3330345

Email
lgunt@lgu.edu.pk

Website
https://ojs.lgu.edu.pk/nooretahqeeq

ISSUE DETAILS
Volume 9, No 04
October to December 2025
Page No: 01-27

DOI
https://doi.org/10.54692/nooretahqeeq.2025.09042413

HISTORY OF THE PAPER
Received on: Sept 10, 2025
Accepted on: Sept 21, 2025
Published on: Dec 11, 2025

PUBLISHED BY
Department of Urdu,
Lahore Garrison University
DHA Phase 6, Sector C,
Avenue 4, Lahore

TITLE OF THE PAPER

Kulliyāt-e-Khwāja Nūr-ul-Hasan Tārik Owaisi: A Concise Study of Sufi Thought, Reformist Message, and Literary Style

کلیاتِ خواجہ نورالحسن تارک اویسیؒ: صوفیانہ فکر، اصلاحی پیغام اور ادبی اسلوب کا اجمالی جائزہ

AUTHOR(S)

- **Prof Dr Muhammad Arshad Ovaisi**
  Head of Urdu Department,
  Lahore Garrison University, Lahore
- **Waseem Arshad**
  Lecturer, Department of Urdu
  Lahore Garrison University, Lahore

ABSTRUCT

This article offers a focused analytical study of Kulliyāt-e-Khwāja Nūr-ul-Hasan Tārik Owaisi by examining its spiritual foundations, reformist vision, and literary characteristics. Khwāja Nūr-ul-Hasan Tārik Owaisi (1849–1929), a prominent figure of the Owaisi Sufi tradition and the spiritual guide of Chianḍpur Sharif, is presented not only as a revered saint but also as a poet whose verses emerge from lived spiritual experience. The study outlines his familial and genealogical background, the moral and spiritual environment of Chianḍpur Sharif, and the formative elements that shaped his humility, ethical orientation, and compassionate pedagogical method. Through close reading of selected Urdu and Punjabi texts from the 1956 edition of the Kulliyāt, supported by primary sources, the article highlights major themes including ʿishq-e-Rasūl ﷺ, the doctrine of Nūr-e-Muḥammadī, prophetic lineage, moral purification, self-accountability, and the ethical teachings embedded in his Eid sermons. Special emphasis is placed on the sī ḥarfīs—particularly alif, dilbar, and ḍholā—as concise manuals of spiritual discipline. Stylistically, Tārik's preference for simplicity, emotional sincerity, and idiomatic Punjabi expression is underscored. Overall, the article argues that the Kulliyāt transcends conventional poetic boundaries and stands as a coherent Sufi document reflecting a holistic system of spiritual training.

KEY WORDS

Sufism, Mysticism, Spirituality, Reformism, Devotion Aesthetics

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

کلیاتِ خواجہ نورالحسن تارک اویسیؒ: صوفیانہ فکر، اصلاحی پیغام اور ادبی اسلوب کا اجمالی جائزہ

برصغیر کی روحانی، تہذیبی اور ادبی روایت میں وہ بزرگ شعراءنہایت منفرد مقام رکھتے ہیں جنھوں نے اپنی شاعری کو محض اظہارِ فن نہیں بلکہ ذریعۂ تزکیہ، ذریعۂ تبلیغ اور ذریعۂ اصلاح بنایا۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جن کے ہاں شعر صرف لفظوں کی ترتیب نہیں بلکہ قلبی واردات، عرفانی مشاہدے اور روحانی تجربے کا وہ آئینہ ہوتا ہے جس میں باطن کی سچائی پوری قوت سے جلوہ گر ہوتی ہے۔ اسی سلسلے کے نمایاں روحانی و ادبی نگینوں میں حضرت خواجہ نورالحسن تارک اویسیؒ (۱۸۴۹-۱۹۲۹) کا نام نہایت درخشاں ہے۔ آپ اویسی سلسلے کے جلیل القدر بزرگ اور چینڈپور شریف کے روحانی مرکز کے وہ مینارِ نور ہیں جن سے مریدین، عقیدت مندوں اور اہلِ محبت نے ایک صدی سے زائد عرصے تک سوز و محبت کا فیضان پایا۔

حضرت خواجہ نورالحسن اویسی قادریؒ کی زندگی تصوف کی اس روایت کا تسلسل ہے جس کی بنیاد محبتِ الٰہی، اتباعِ مصطفیٰ ﷺ، خدمتِ خلق اور اخلاقِ حسنہ پر قائم ہے۔ آپ کی ذات میں صوفیانہ سادگی، روحانی وقار، درویشانہ استغنا اور عاشقانہ اخلاص کی وہ یکجائی ہے جو کم ہی شخصیات کو نصیب ہوتی ہے۔ آپ کی مجلسِ ارشاد میں آنے والا ہر شخص سکون، نورانیت، حلاوت اور روحانی تربیت کا وہ حصہ لیتا جو اس کی باطنی تبدیلی کا نقطۂ آغاز بن جاتا تھا۔ آپ کے مریدین کی گواہی ہے کہ حضرتؒ کے ہاں گفتگو سے زیادہ تاثیر عمل میں تھی اور نصیحت سے زیادہ کارگر اُن کا اخلاق، تواضع اور خدمت کا انداز تھا۔

حضرت تارکؒ صرف ایک روحانی بزرگ نہیں تھے، بلکہ ایک قادرالکلام شاعر بھی تھے جنھوں نے اپنی شاعری کو دعوت واصلاح کا موثر ترین ذریعہ بنایا۔ ان کا تخلص "تارکؒ" ان کی باطنی حالت کا آئینہ دار ہے، کیوں کہ انھوں نے حقیقی ترکِ دنیا اختیار کرکے خود کو محبتِ الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ کے کُل جہان میں فنا کر دیا تھا۔ ان کا کلام اپنے اندر ایسی حرارت، سوز، سادگی اور صداقت رکھتا ہے جو براہ راست دل پر اثر کرتی ہے۔ تصنع، پیچیدگی یا فلسفیانہ گنجلک بحثیں ان کے نزدیک مقصد نہیں تھیں؛ مقصد وہی ازلی و ابدی حقیقت تھی کہ انسان اپنے رب کو پہچانے، اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور عشقِ محمد ﷺ کو اپنی روح کا سرمایہ بنالے۔

کلیاتِ حضرت خواجہ نورالحسن تارکؒ اسی پیغام کا ایک جامع، منظم اور روح پرور مجموعہ ہے۔ یہ کلیات حضرت صاحبزادہ مولانا شیر محمد صاحب اویسی کی خواہش پر مرتب ہوئی اور ۱۹۵۶ء میں دوسرے ایڈیشن کے طور پر شائع ہوئی۔ اگرچہ پہلا ایڈیشن نایاب ہے، تاہم موجودہ نسخہ علمی، ادبی اور روحانی اہمیت کے اعتبار سے بنیادی ماخذ ہے۔ کلام کی ترتیب میں وہی روحانی تسلسل موجود ہے جو تصوف کے مراتب میں پایا جاتا ہے—ابتدا حمد و نعت سے، پھر مناجات و منقبت سے، پھر اصلاحی اشعار، پھر سی حرفیاں، حکایات اور آخر میں نصیحت آمیز کلام۔ یہ ترتیب دراصل حضرتؒ کے روحانی سفر اور تربیتی حکمتِ عملی کی آئینہ دار ہے۔

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

حضرت تارکؒ کی شاعری اردو اور پنجابی دونوں زبانوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ پنجابی کلام میں سادگی، شیرینی اور لوک روایت کی خوشبو نمایاں ہے، جب کہ اردو کلام میں تہذیبی وقار، عشقِ رسول ﷺ کی لطافت اور تصوف کی سلاست جھلکتی ہے۔ آپ کے اشعار میں عشق، معرفت، توحید، اخلاق، تزکیہ، فقر، دنیا کی ناپائیداری اور آخرت کی حقیقت جیسے موضوعات پورے استحضار کے ساتھ جلوہ گر ہیں۔ ان کے ہاں عشقِ نبوی ﷺ محض لفظوں کی تکرار نہیں بلکہ روح کی کیفیت اور باطن کی معرفت ہے۔ یہ آرٹیکل اسی کلیات کے ہمہ جہتی مطالعہ پر مبنی ہے — جس میں حضرت تارک اویسیؒ کی حیات، سوانح، فکری اساس، ادبی خصوصیات، اصلاحی پیغام، صوفیانہ شعور اور ان کی شاعری کے اندر مضمر روحانی بصیرت کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ان کے اشعار کو براہِ راست بطور حوالہ شامل کیا گیا ہے اور اُن تمام ثانوی مصادر، تذکروں، مقالات اور معاصر تحریروں کا بھی سہارا لیا گیا ہے جنھوں نے حضرت تارکؒ کی شخصیت و تعلیمات پر روشنی ڈالی ہے۔

حضرت خواجہ نورالحسن اویسیؒ کی شاعری اور ان کے اصلاحی و روحانی پیغام کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے ان کی شخصیت کے پس منظر، ان کے سلسلۂ ارشاد، ان کے خاندانی ماحول اور ان کی روحانی تربیت کو پوری گہرائی سے دیکھا جائے۔ کسی صوفی شاعر کا کلام اس وقت تک مکمل معنویت اختیار نہیں کرتا جب تک اس کی زندگی، اس کے مشاہدات، اس کے حالاتِ تربیت اور اس کے روحانی سلسلے کی بنیادوں کا مطالعہ نہ کیا جائے۔ حضرت تارکؒ کا کلام بھی دراصل اُن کے باطنی احوال، سلوکی تجربات اور عشقِ الٰہی کے سفر کی ایک روشن تعبیر ہے؛ لہٰذا ان کی کلیات کو علمی اور فکری سطح پر سمجھنے کا پہلا قدم یہ ہے کہ ان کی حیاتِ طیبہ کے وہ مراحل سامنے لائے جائیں جو ان کی شخصیت کی تشکیل اور ان کے پیغام کی اساس ہیں۔ اسی ضرورت کے پیشِ نظر اب ہم حضرت خواجہ نورالحسن تارک قادریؒ کے تفصیلی سوانح، نسب، خانوادۂ اویسیہ کی علمی و روحانی روایت اور چینڈ پور شریف کے فیضان پر روشنی ڈالتے ہیں۔

حضرت خواجہ نورالحسن تارک اویسیؒ — سوانح، خانوادہ اور روحانی پس منظر

حضرت خواجہ نورالحسن تارکؒ کا تعلق برصغیر کے ممتاز روحانی خانوادوں میں سے ایک، خاندانِ تارکاں سے تھا، جو سلسلۂ اویسیہ کی قدیم اور معتبر روحانی روایت کا حامل سمجھا جاتا ہے۔ اس خاندان کی بنیاد جس شخصیت نے رکھی، وہ حضرت سلطان التارکین سید محمد عبداللہ تُمّار اویسیؒ ہیں۔ یہ وہ برگزیدہ بزرگ ہیں جنھوں نے برصغیر میں سلسلۂ اویسیہ کے فروغ، تربیتِ نفوس اور اصلاحِ اخلاق کا وہ عظیم سلسلہ شروع کیا جس کا فیضان بعد میں نسل در نسل جاری رہا۔ منشی رحمت علی اپنی کتاب "ذکرِ ہادی" میں خاندانِ تارکاں کی اصل نسبت کا واضح بیان موجود ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نورالحسن تارک اویسی قادریؒ کی روحانی بنیاد کتنی قدیم اور مضبوط تھی، وہ لکھتے ہیں:

> "حضرت خواجہ نورالحسن صاحب کے خاندان اور اسلاف کا سلسلۂ نسب حضرت سلطان التارکین
> محمد عبداللہ تک متصل ہے، جو راجہ تنوار قوم راجپوت دہلوی کے فرزند تھے۔"(۱)

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

یہاں آپؒ کے خاندان کے نسبی پس منظر، راجپوت اصل اور دہلی کے قدیم روحانی ماحول سے تعلق کو مستند بناتا ہے۔ مزید بر آں، یہ حقیقت کہ خاندان نے اسلام قبول کیا اور پھر دینی و روحانی خدمت کو اپنا مشن بنایا، اُن کی مجموعی فکری ساخت کو سمجھنے میں بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ ڈاکٹر ریاض شاہد اس پورے ارتقائی سفر کو یوں بیان کیا گیا ہے:

> "علمائے تارکاں کا سلسلہ حضرت سلطان التارکین محمد عبد اللہؒ سے شروع ہوتا ہے... حضرت سلطان محمد عبد اللہؒ نے حضرت سید داؤد بندگیؒ کی نظرِ عنایت سے اسلام قبول کیا اور یہی روحانی روشنی آگے چل کر خاندانِ تارکاں تک پہنچی، جس میں حضرت خواجہ نورالحسن تارکؒ بھی شامل ہیں۔"(۲)

یہ اہم اقتباس ہمیں خاندان کے اسلام لانے کے تاریخی پس منظر اور اس تبدیلی کے روحانی اثرات کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ خاندانِ تارکاں نے اسلام قبول کرنے کے بعد نہ صرف دینی وابستگی اختیار کی بلکہ صوفیانہ روایت اور اخلاقی تربیت کو بھی اس کا مرکزی حصہ بنالیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت نورالحسن تارکؒ کی شخصیت میں اویسی سلسلے کا وہی فکری ٹھہراؤ، اعتقادی گہرائی اور روحانی توازن نظر آتا ہے جو اس خاندان کی بنیادی خصوصیات تھیں۔ اویسی روایت کی امتیازی خصوصیت خصوصاً اس بات میں ہے کہ یہ سلسلہ باطنی تربیت، خاموش ذکر، مجاہدۂ نفس اور اخلاصِ نیت پر زور دیتا ہے۔ یہی عناصر حضرت نورالحسن تارکؒ کے مزاج، اخلاق اور سلوک میں بھی پوری طرح نمایاں ہیں۔ پنجابی مضمون میں اس نسبت کو مقامی لسانی روایت کے طور پر یوں بیان کیا گیا ہے:

> "ایہناں دے والد بزرگوار خواجہ خواج بخش تارک اویسی سن، جو خود اک کامل ولی اللہ سن...
> روحانی برکتاں دا ایہہ سلسلہ حضرت خواجہ نورالحسن تارک تائیں آپڑیا۔"(۳)

یہ بیان صرف تاریخی حوالہ نہیں بلکہ اُن باطنی روایات کا ثبوت بھی ہے جو نسل در نسل منتقل ہوئیں اور جنھوں نے حضرت تارک اویسیؒ کے روحانی تشخص کو تشکیل دیا۔ خاندان کی اس روحانی قوت نے حضرت نورالحسن قادریؒ کی پوری شخصیت پر گہرا اثر چھوڑا، جس کا تسلسل آگے چل کر اُن کی تعلیمات، سلوک، مزاج اور شاعری میں بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو نسب اور خاندان کا یہ پس منظر ایک صاف اور مدلل نقشہ فراہم کرتا ہے کہ حضرت نورالحسن تارکؒ محض ایک خانقاہی بزرگ نہ تھے، بلکہ صدیوں پر پھیلی ہوئی ایک روحانی روایت کے چشم و چراغ تھے۔ یہی نسبت اُن کی شخصیت کو غیر معمولی روحانی وزن، تاریخی جڑت اور معنوی گہرائی عطا کرتی ہے، جو اُن کی سوانح کے ہر حصے میں نظر آتی ہے۔

خواجہ نورالحسن تارک اویسی قادریؒ کی ولادت ۱۸۴۹ء میں پنجاب کے روحانی مرکز چینڈ پور شریف میں ہوئی، جو اس زمانے میں سلسلۂ اویسیہ کی خانقاہی روایت کے باعث علم و عرفان کا روشن منبع سمجھا جاتا تھا۔ یہ علاقہ صوفیانہ ماحول، مذہبی اجتماعیت اور تعلیم و تربیت کے

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

اعتبار سے نہایت اہم تھا اور خانوادۂ تارکاں کی موجودگی نے اس خطے کو خاص طور پر روحانی تربیت کا مرکز بنا دیا تھا۔ ڈاکٹر ریاض شاہد اس علاقے کے روحانی پس منظر اور حضرتؒ کی ولادت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"چینڈ شریف ضلع ننکانہ صاحب میں پیدا ہونے والی نورانی شخصیت کا نام خواجہ نورالحسن تارک ہے، جن کی ولادت ۱۸۴۹ء میں ہوئی اور وصال ۱۹۲۹ء میں۔"(4)

آپؒ کے والد محترم خواجہ خواج بخش تارک اویسیؒ سلسلۂ اویسیہ کے کامل بزرگوں میں شمار ہوتے تھے۔ ان کے زمانے میں چینڈ پور شریف کی خانقاہ دینی علوم، تصوف، ذکر و اذکار اور تبلیغ کا مرکز تھی، جہاں مسافروں، طالبانِ حق اور اہلِ علم کی آمد و رفت رہتی تھی۔ گھر کے اندر یہی نورانی فضا حضرت نورالحسن تارکؒ کی ابتدائی تربیت کا سرچشمہ بنی۔ پنجابی روایت میں والدِ گرامی کے بارے میں یہ بیان ملتا ہے:

"ایہناں دے والد بزرگوار خواجہ خواج بخش تارک اویسی سن، جو خود اک کامل ولی اللہ سن۔"(۵)

والدِ محترم کا وصال اس وقت ہوا جب آپ عمر کے ابتدائی مرحلے میں تھے، مگر خاندان نے آپ کی تعلیم و تربیت میں کسی کمی کی گنجائش نہ چھوڑی۔ خانوادۂ تارکاں کی روایت میں دین داری، علم اور ذکر و مراقبہ ہمیشہ بنیادی حیثیت رکھتے تھے، اس لیے والد کی وفات کے باوجود آپ کی تربیت نہ صرف منظم رہی بلکہ خانقاہی فضا کی بدولت مزید پختہ ہوتی چلی گئی۔ آپؒ نے کم سنی میں قرآن مجید مکمل کیا اور فارسی کی بنیادی درسی کتابیں پڑھیں، جو اس زمانے میں علمی تربیت کا لازمی حصہ سمجھا جاتا تھا۔ اس دوران اہلِ علم، صوفیا اور بزرگوں کی صحبت نے آپ کے ذہن میں دینی حکمت، تواضع اور ذکرِ الٰہی کی رغبت کو مزید گہرا کیا۔ والد کے انتقال کے بعد آپ نے رسمی تعلیم کے ساتھ ساتھ روحانی تربیت کی طرف بھی خاص توجہ دی۔ اسی ضمن میں آپ نے سلسلۂ اویسیہ کے بزرگ حضرت خلیفہ فضل الدینؒ سے بیعت کی، جس نے آپ کے روحانی سفر میں فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ منشی رحمت علی اویسی اس کیفیت کو یوں بیان کرتے ہیں:

"حضرت نے اپنے والد کی وفات کے بعد حضرت خلیفہ فضل الدین کی بیعت کی اور علمِ طریقت و تصوف کی تکمیل فرمائی۔"(٦)

حضرت تارک اویسیؒ کی ابتدائی زندگی مجموعی طور پر جس فضا میں گزری، وہ صوفیانہ تہذیب اور دینی تربیت کا ایسا نمونہ تھی جو آج بھی خانقاہی روایت کے ایک معتبر ماڈل کے طور پر برقرار ہے۔ گھر میں محبت، نرمی، خدمتِ خلق، مہمان نوازی، ذکر و اذکار، قرآن کریم کی تلاوت اور اہلِ علم کی مجالس کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ ڈاکٹر ریاض شاہد پنجاب کے روحانی ماحول کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"پنجاب دھرتی صوفیاں درویشاں تے علماں دی جائے پیدائش ہے... چینڈ شریف جیسے مراکز میں علما اور مشائخ کی خانقاہی فضا تربیتِ اخلاق اور دین داری کی بنیاد بن دی ہے۔"(۷)

ان تمام شواہد سے یہ حقیقت پوری وضاحت کے ساتھ سامنے آتی ہے کہ حضرت نورالحسن اویسیؒ کی ابتدائی زندگی—بچپن سے نوجوانی تک—خالص دینی تربیت، روحانی اثر پذیری، مسلسل ذکر واذکار اور اہلِ دل کی صحبت سے عبارت تھی۔ یہی بنیاد آگے چل کر آپ کی علمی پختگی، روحانی استقامت، اخلاقی رفعت اور اصلاحی مزاج میں مکمل طور پر منعکس ہوئی۔ آپؒ کی ابتدائی تعلیم وتربیت اُس وقت کے روایتی مگر نہایت مضبوط دینی وروحانی نظام کے تحت ہوئی، جس میں قرآنِ مجید کی تعلیم، بنیادی فقہی تربیت، فارسی متون کا مطالعہ اور صوفیانہ تربیت کا عملی ماحول شامل تھا۔ خانوادۂ تارکاں کے اندر علم وتربیت کی روایت اس قدر مضبوط تھی کہ گھر کے ہر فرد کے لیے دینی علوم، ذکر الٰہی اور اخلاقی تہذیب لازم سمجھی جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت نورالحسن اویسیؒ نے نہایت کم عمری میں قرآنِ مجید مکمل کیا اور ساتھ ہی ساتھ فارسی زبان کی کلاسیکی کتب—جو برصغیر کے دینی وصوفیانہ نصاب کا بنیادی حصہ تھیں—کا مطالعہ کیا۔ ان کتب میں گلستان، بوستان، پند نامہ اور دیگر اخلاقی وحکمت سے لبریز متون شامل تھے۔ یہ تعلیم محض نصابی نہیں بلکہ خانقاہی تربیت سے جڑی ہوئی تھی، جس میں استاد کی صحبت، مجلسِ ذکر اور روحانی آداب کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔

چینڈ پور شریف کے صوفیانہ ماحول نے حضرت نورالحسن اویسی قادریؒ کی ابتدائی تعلیم میں فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ پنجابی مضمون میں اس ماحول کی نوعیت یوں بیان کی گئی ہے کہ "پنجاب کی دھرتی صوفیوں اور علما کی پرورش گاہ رہی ہے اور چینڈ شریف جیسے مراکز میں خانقاہی فضا تربیتِ اخلاق اور دین داری کی بنیاد بنتی ہے۔" یہ بیان واضح کرتا ہے کہ حضرت نورالحسن تارکؒ کی علمی واخلاقی تربیت محض رسمی مدرسے تک محدود نہیں تھی بلکہ وسیع تر روحانی ماحول کا حصہ تھی۔ اس ماحول نے نہ صرف آپؒ کے اندر ذکر الٰہی، خوفِ خدا اور محبتِ رسول ﷺ کی بنیاد ڈالی بلکہ آپ کے اندر خاموش تفکر، باطنی گہرائی اور صوفیانہ حکمت کی صلاحیت بھی پیدا کی۔

والد محترم کی وفات کے بعد آپ کی تعلیم کے سلسلے میں کسی قسم کا تعطل نہیں آیا۔ خاندان کے بزرگوں اور اہلِ خانقاہ نے آپ کی نگہداشت اور تربیت میں خصوصی توجہ دی۔ خاص طور پر ذکرِ ہادی میں یہ بیان نہایت اہم ہے کہ والد کے وصال کے بعد آپ نے حضرت خلیفہ فضل الدینؒ کے ہاتھ پر بیعت کر کے طریقت وتصوف کی تکمیل کی۔(۸) ابتدائی تعلیم میں ایک اہم عنصر اخلاقی تربیت بھی تھا، جس کا ذکر ذکرِ ہادی اور اخباری مضامین دونوں میں موجود ہے۔ چینڈ پور شریف کی خانقاہ میں آنے والے علما اور صوفیا کی مجالس میں حضرت نورالحسن قادریؒ کم عمری سے شریک ہوتے تھے، جہاں بڑے احترام اور توجہ کے ساتھ دینی باتیں سنتے۔ یہی مجالس اُن کے اندر علمی سنجیدگی، روحانی سکون اور علمی گفتگو کی صلاحیت پیدا کرنے کا ذریعہ بنیں۔ فارسی علوم کے ساتھ ساتھ حضرتؒ کو ابتدائی فقہی مسائل، روزمرہ عبادات، ذکر و اذکار اور سلوک کی آداب کی تربیت بھی دی گئی۔ یہ تربیت اس انداز سے دی جاتی تھی کہ علم صرف ذہنی مشق نہ ہو بلکہ عملی زندگی کا حصہ بھی بنے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت نورالحسن تارکؒ کم عمری ہی سے نماز کی پابندی، اخلاقی ذمہ داری، مہمان نوازی، خدمتِ خلق اور اپنے بڑوں کے احترام جیسے اوصاف میں ممتاز ہو گئے تھے۔

یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ اس دور میں فارسی زبان اہلِ علم اور اہلِ تصوف کی مشترکہ علمی زبان تھی اور اس زبان میں تربیت نے خواجہ نورالحسن تارکؒ کی گفتگو اور تحریر دونوں میں وہ شگفتگی، وقار اور نرمی پیدا کی جو آگے چل کر ان کے اصلاحی اسلوب اور شاعری کی بنیاد بنی۔ یہی فارسی ذوق بعد میں ان کی نعتیہ اور مناجاتی شاعری میں دکھائی دیتا ہے، جس میں سادگی، صوفیانہ لطافت اور فکری پختگی شامل ہے۔

آپؒ کی ظاہری اور باطنی شخصیت دونوں پہلوؤں سے نہایت متوازن، منکسر المزاج اور سراپا اخلاق تھی۔ آپ کی سیرت کا سب سے نمایاں پہلو یہ تھا کہ آپ کی گفتگو، طرزِ نشست، اندازِ نصیحت اور طرزِ عمل میں بے نفسی، شفقت، نرمی اور خلوص نمایاں نظر آتا تھا۔ خاندانِ تارکاں کی صدیوں پر محیط روحانی روایت نے آپ کے اندر وہ اخلاقی سنجیدگی اور وقار پیدا کیا جس نے آپ کو نہ صرف اپنے عہد کا معتبر صوفی بنایا بلکہ عوام و خواص کے لیے ایک ایسا سہارا بھی جس کی مجلس سے ہر شخص قلبی سکون اور روحانی اطمینان لے کر اٹھتا تھا۔ آپ کی سیرتِ ظاہری کا پہلا پہلو سادگی اور انکساری ہے، جو ذکرِ ہادی میں نہایت وضاحت کے ساتھ درج ہے۔ منشی رحمت علی اویسی آپ کے اخلاق کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

> "آپ سادہ وضع، نرم خو، خوش اخلاق اور محبت و شفقت سے پیش آنے والے بزرگ تھے؛ زبان میں شیرینی تھی اور کلمات میں تاثیر۔"(۹)

حضرت تارکؒ کی ظاہری زندگی میں بھی وہی سادگی جھلکتی تھی جو صوفیائے عظام کا خاص امتیاز ہے۔ آپ کا لباس، طرزِ خوراک، رہن سہن اور روزمرہ معمولات سب میں اعتدال، نفاست اور بے تکلفی تھی۔ آپ کی مجلسوں میں رسمی فاصلے نہیں ہوتے تھے؛ غریب، مسافر، محنت کش، دیہاتی، یا شہری—ہر شخص آپ کے پاس یکساں عزت و توجہ پاتا۔ آپ سخت لہجے سے اجتناب کرتے، اختلاف کے مواقع پر نرم بیانی اور حکمت کو ترجیح دیتے تھے۔ ذکرِ ہادی میں اس تربیتی اسلوب کی نشاندہی یوں ملتی ہے:

> "آپ لوگوں کو شریعت محمدیہ ﷺ کی پابندی کی تاکید فرماتے اور مسائل میں سختی کے بجائے نرمی و حکمت سے رہنمائی کرتے تھے۔"(۱۰)

آپ کی گفتگو میں ہمیشہ شگفتگی اور وقار پایا جاتا تھا۔ نہ آپ غصہ کرتے، نہ کسی کی تحقیر کرتے اور نہ ہی اپنے مریدین یا زائرین سے تکلف چاہتے۔ آپ کی نگاہ میں انسانیت کا احترام مقدم تھا اور آپ کا دل لوگوں کے دکھ درد سننے، ان کی دلجوئی کرنے اور انھیں اخلاقی سہارا دینے کے لیے ہمیشہ کشادہ رہتا تھا۔ اس انکساری نے آپ کی مجلس کو عوامی طور پر محبوب بنا دیا۔ مریدین بتاتے تھے کہ جب وہ آپ سے ملتے تو لگتا تھا کہ ان کے دلوں سے بوجھ اتر گیا ہے اور یہ صوفیانہ خُلق ہمیشہ آپ کے چہرے کے نور اور لہجے کی نرمی سے ظاہر ہوتا تھا۔ آپؒ نے کبھی ظاہری شہرت، دستاربندی یا دنیاوی نمود و نمائش کو ترجیح نہیں دی۔ آپ کی پوری زندگی خاموش خدمت، دلوں کو جوڑنے، لوگوں کے ضمیروں کو بیدار کرنے اور اللہ و رسول ﷺ کی محبت کو عام کرنے میں گزری۔ اہلِ علاقہ آپ کو محسنِ عوام اور مربیِ اخلاق سمجھتے تھے اور

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

آپ کے وصال کے بعد بھی چینڈ شریف کی فضا آپ کی یاد اور تربیتی اثرات سے معمور رہی۔ آپ کی خانقاہ کا نظام آپ کے اخلاق اور روحانی رواداری کی بنیاد پر قائم رہا اور یہی آپ کی شخصیت کی اصل طاقت تھی۔

حضرت تارکؒ کی شخصیت محض خانقاہی تربیت تک محدود نہ تھی، بلکہ آپ اپنے دور کے فعال ترین صوفی مصلحین میں شمار ہوتے ہیں جنھوں نے عوامی سطح پر دینی، اخلاقی اور روحانی تربیت کو اپنا مشن بنایا۔ چینڈ پور شریف کی خانقاہ آپ کی بدولت ایک ایسے مرکز میں تبدیل ہوئی جہاں نہ صرف مریدین بلکہ عام دیہاتی لوگ، زمیندار، مسافر اور عام محنت کش بھی رہنمائی اور سکون کی غرض سے آتے تھے۔ آپ کی مجلس کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا تھا اور آپ کا طرزِ خطاب، طرزِ نصیحت اور روزمرہ برتاؤ ایک ایسی حکمت اور محبت کا آئینہ دار تھا جس نے لوگوں کے دلوں میں اعتماد، انس اور روحانی سکون پیدا کیا۔ آپ کے اصلاحی کردار کا سب سے نمایاں پہلو شریعت کی پابندی اور اس کے ساتھ نرمی کا امتزاج تھا۔

خواجہ نورالحسن تارک اویسیؒ کی خانقاہ صرف عبادت اور ذکر کا مرکز نہ تھی بلکہ عوامی خدمت اور سماجی آسانیوں کا بھی مرکز تھی۔ ڈاکٹر ریاض شاہد اپنے مضمون میں پنجاب کی صوفیانہ روایت کا پس منظر بیان کرتے ہوئے صوفیا کی خانقاہوں کو "روحانی اور جسمانی بیماریوں کے علاج کے مراکز" قرار دیتے ہیں۔ اس تناظر میں چینڈ پور شریف کی خانقاہ بھی اسی روایت کا تسلسل تھی جہاں لوگ نہ صرف دعا اور فیضان کے لیے آتے بلکہ آپ کے اندازِ تربیت سے اخلاقی استقامت اور سماجی سکون بھی حاصل کرتے تھے۔ ڈاکٹر ریاض شاہد کا بیان اس پس منظر میں اہم ہے:

> "پنجاب کی دھرتی صوفیوں، درویشوں اور علما کا گہوارہ رہی ہے اور چینڈ شریف بھی ایسی ہی بستیوں میں سے ایک ہے جہاں لوگ اپنے دکھوں کے علاج اور سکونِ قلب کے لیے رجوع کرتے تھے۔"(۱۱)

آپ کی تربیت کا ایک اہم پہلو اصلاحِ باطن اور اصلاحِ معاشرت تھا۔ آپ لوگوں کو محض عبادت پر نہیں بلکہ اخلاق کی درستی، معاملات میں دیانت، زبان کی حفاظت، حقوق العباد کی ادائیگی اور صبر و تحمل کی تاکید فرماتے تھے۔ آپ کا وعظ صرف دینی احکام کا بیان نہیں بلکہ ایک ایسی عملی تربیت تھی جس سے عام آدمی اپنی روزمرہ زندگی میں بہتری محسوس کرتا تھا۔ آپ کے مزاج میں وہی نرم دینی بصیرت تھی جو سلوک میں ممد و معاون ہوتی ہے اور جس کے ذریعے لوگ اپنی خامیوں کا ادراک کرتے ہیں۔

چینڈ پور شریف کی مجلسیں آپ کے اخلاقی و سماجی کردار کی بہترین مثال تھیں۔ سوال کرنے والے کے سامنے آپ کبھی سختی نہیں کرتے تھے؛ اکثر لوگ اپنے گھریلو جھگڑے، مالی مشکلات، باہمی تنازعات اور اخلاقی مسائل لے کر آتے تھے اور آپ حکمت اور محبت سے ان کے دلوں کو مطمئن کرتے، نزاعات کے حل تجویز کرتے اور لوگوں کو صلح، برداشت، حلم اور حق گوئی کی ترغیب دیتے تھے۔ آپ کی اس حکیمانہ گفتگو سے اکثر جھگڑے ختم ہو جاتے اور لوگ مطمئن ہو کر واپس جاتے۔

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

حضرت نورالحسن تارکؒ کی خانقاہ کے بارے میں روایت ہے کہ رمضان المبارک، عیدین اور محرم کے دن مخصوص تربیتی نشستوں کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ ذکرِہادی میں یہ اشارہ موجود ہے کہ آپ خطبات میں اخلاقِ حسنہ، صبر، صدق اور توکل پر بارہا گفتگو فرماتے تھے۔ اسی بے ریائی اور اصلاحی اسلوب کی بدولت آپ کی خانقاہ عوامی زندگی میں ایک ایسی درسگاہ میں تبدیل ہوگئی جہاں دین صرف پڑھایا نہیں جاتا تھا بلکہ جیا جاتا تھا۔

حضرت خواجہ نورالحسن تارکؒ کی شخصیت کا اثر صرف خانقاہ تک محدود نہ تھا، بلکہ آپ کا فیضان پورے خطۂ ننکانہ، شرقپور، شاہکوٹ، سانگلہ ہل اور ملحقہ دیہی علاقوں تک پھیلا تھا۔ آپ کے دور میں چینڈ پور شریف ایک نمایاں روحانی مرکز کی حیثیت اختیار کر چکا تھا جہاں ہزاروں افراد روحانی تربیت، دعا، رہنمائی اور اصلاح کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ آپ کی شہرت کا دائرہ اس لیے بھی وسیع تھا کہ آپ کا طرزِ ارشاد محض خانقاہی دنیا تک محدود نہیں رہتا تھا بلکہ سماج کے ہر طبقے کے مسائل، جذبات، کمزوریوں اور عملی مشکلات کو سامنے رکھ کر گفتگو فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام میں آپ کی محبوبیت عام تھی اور علاقائی سطح پر لوگ آپ کو "مرکزِ امن، تربیت اور سکون" سمجھتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ کی شہرت کا ایک اہم سبب آپ کی سادہ مگر موثر گفتگو تھی۔ آپ خطبات میں فلسفۂ تصوف یا گہری کتابی موشگافیاں نہیں کرتے تھے بلکہ عملی زندگی کے لیے رہنمائی دیتے تھے، جیسے صبر، دیانت، انصاف، توکل، حقوق العباد، گھریلو امن، معاشرتی بھائی چارہ اور عبادات میں خشوع اختیار کرنے کی تعلیم۔ یہ طرزِ خطاب دیہاتی اور نیم خواندہ عوام کے لیے نہایت مفید تھا اور یہی عملی سہل پسندی آپ کی شہرت کو زیادہ پائیدار بنا گئی۔ علاقائی سطح پر آپ کے اثرات کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے وصال (1929ء) کے کئی دہائیاں بعد بھی چینڈ پور شریف، شرقپور، ننکانہ اور شاہکوٹ کے علاقے میں آپ کے مریدین اور عقیدت مند آج بھی موجود ہیں۔ آپ کی خانقاہ آج بھی عبادت، ذکر، تعلیم اور روحانی رہنمائی کا مرکز ہے۔ آپ کے وصال کے تقریباً ایک صدی بعد بھی آپ کے فیض کا تسلسل قائم رہنا اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کا اثر وقتی نہیں بلکہ دائمی نوعیت کا تھا۔

ڈاکٹر ریاض شاہد کے مطابق آپ کے علاقے کے لوگ مذہبی اور دنیاوی معاملات میں آپ کے مشورے کو انتہائی معتبر سمجھتے تھے اور آپ کی کشادہ دلی اور بے ریائی نے آپ کو "عوامی بزرگ (People's Saint) "کا مقام دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کی پنجابی شاعری نے بھی آپ کی شہرت میں اضافہ کیا کیوں کہ اس میں دیہاتی ذوق، صوفیانہ حکمت اور عوامی زبان کی تاثیر موجود تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا کلام بھی علاقے میں بطور تربیت، اصلاح اور روحانی وظیفہ استعمال ہوتا رہا۔

آپؒ کی شخصیت خاندانی تربیت، روحانی ماحول اور ذاتی ریاضت کا ایک نادر امتزاج تھی۔ آپ کا مزاج بنیادی طور پر باوقار سنجیدگی، نرم خوئی اور عاجزی سے تشکیل پایا تھا، جو سلسلۂ اویسیہ کی صدیوں پرانی تربیتی روایت کا خاصہ ہے۔ آپ ایسے ماحول میں پلے بڑھے جہاں ذکرِ الٰہی، عبادت، ضابطۂ اخلاق اور خدمتِ خلق روزمرہ زندگی کا حصہ تھے، اسی لیے آپ کے مزاج میں نہ بناوٹ تھی اور نہ تصنع، بلکہ وہ سادگی

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

تھی جو دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ آپ کی زندگی کے مختلف مراحل — ابتدائی تربیت، علمی نشوونما، بیعت اور خانقاہی مشغولیات — سب نے آپ کے اخلاق اور رویوں میں ایک خاص نرمی، بصیرت اور روحانی گہرائی پیدا کر دی تھی۔

آپ کے مزاج میں ایک اور نمایاں وصف لطیف مزاجی اور رقتِ قلب تھا۔ منشی رحمت علی اویسی نے لکھا ہے کہ حضرت کے چہرے پر ہمیشہ نرمی اور محبت جھلکتی تھی اور آپ گفتگو میں کبھی تلخی یا سختی کا استعمال نہیں کرتے تھے۔ڈاکٹر ریاض شاہد نے بھی اپنے مضمون میں اس بات کو نمایاں کیا ہے کہ پنجاب کے صوفیاء کی مقبولیت کا بنیادی سبب سخت مجاہدے نہیں بلکہ ان کا عوام دوست، نرم اور محبانہ مزاج ہوتا ہے۔ اس سیاق میں وہ حضرت خواجہ نورالحسن تارکؒ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "چینڈ شریف کی اس بزرگ ہستی کا سب سے بڑا امتیاز ان کی خوش اخلاقی اور دل جوئی تھی، جس کی وجہ سے لوگ مسائل لے کر آتے اور مطمئن ہو کر لوٹتے تھے۔"(۱۲)

آپ کے سلوک میں انکسار اور خدمت کا عنصر نمایاں تھا۔ آپ اپنے مریدوں اور زائرین کے ساتھ کبھی مرشدانہ اکڑ یا رسمیت اختیار نہیں کرتے تھے بلکہ عام لوگوں کی طرح سادہ بیٹھتے، سنتے اور رہنمائی کرتے۔ مزاجی اعتبار سے آپ میں ایک خاص وقار اور حسنِ ترتیب تھا۔ آپ اپنی روزمرہ زندگی میں تنظیم، نظم اور پابندی کے اصول پر کاربند تھے۔ نماز، ذکر، مطالعہ، ملاقاتیوں سے ملاقات، خانقاہی اُمور — ہر چیز کا ایک وقت مقرر تھا۔ یہ توازن اور ترتیب آپ کے اصلاحی مشن کو مزید مضبوط بناتے تھے اور دیکھنے والوں کو عملی نظم و ضبط کا درس دیتے تھے۔

حضرت نورالحسنؒ کا تدریسی و تربیتی اسلوب سلسلۂ اویسیہ کی اُس عمیق روحانی روایت کا تسلسل تھا جو شریعت کی پابندی، باطنی تطہیر اور اخلاقی تربیت کو یکجا کرتی ہے۔ آپ کا تربیتی طریقہ روایت اور حکمت دونوں کا حسین امتزاج تھا۔ آپ اپنے مریدین کو پہلے ظاہری شریعت کے احکام پر مضبوطی سے قائم کرنے کی کوشش کرتے اور اس کے بعد باطنی احوال، ذکر و اذکار اور سلوکی منازل کی طرف رہنمائی فرماتے تھے۔ آپ کے نزدیک تصوف کبھی بھی شریعت سے الگ نہ تھا بلکہ دونوں کا باہمی تعلق آپ کی تعلیمات کا بنیادی محور تھا۔ اسی لیے آپ ارشاد فرماتے تھے کہ اصلاحِ باطن کا پہلا قدم "نفس کی تہذیب" اور "عملاً اطاعت" ہے، نہ کہ محض دعوائے سلوک۔ آپ کی تربیت کا ایک نمایاں وصف یہ بھی تھا کہ آپ سلوک کے راستے میں "شدت" یا "غلو" سے سخت نفرت کرتے تھے۔ آپ کے نزدیک اصلاحِ کردار کا راستہ محبت، نرمی اور رفق سے نکلتا ہے۔ ذکرِ ہادی میں ایک جگہ لکھا ہوا ہے:

> "حضرت اپنے مریدوں کو وعید یا خوف سے زیادہ امید اور محبت کا درس دیتے تھے اور فرماتے کہ دل کو سختی سے نہیں بلکہ نرمی سے موڑنا چاہیے۔"(۱۳)

آپ اپنے مریدوں کو تعلق مع اللہ، ادبِ رسول ﷺ اور حقوق العباد کے اصول پر قائم رہنے کی نصیحت فرماتے تھے۔ آپ کی خانقاہ میں عام گفتگو ہو یا خصوصی تربیت — ہر جگہ اخلاقی کردار اور معاشرتی ذمہ داری پر زور دیا جاتا تھا۔ اسی تربیت کے نتیجے میں آپ کے

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

مریدین اپنے علاقوں میں نیک نامی، دیانت اور خوش اخلاقی کے ساتھ پہچانے جاتے تھے۔ مختصراً، حضرت نورالحسن تارکؒ کا تربیتی اسلوب تین بنیادی ستونوں پر قائم تھا:

1. شریعت کی کامل پیروی
2. باطنی تربیت کا تدریجی نظام
3. عوامی اصلاح کا اخلاقی وحکیمانہ اسلوب

یہ تینوں عناصر آپ کو سلسلۂ اویسیہ کے ممتاز مشائخ کی صف میں کھڑا کرتے ہیں اور آپ کے تربیتی نظام کو علمی، روحانی اور سماجی اعتبار سے جامع بناتے ہیں۔ حضرت خواجہ نورالحسن تارکؒ کی حیات و سیرت کا اجمالی مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ آپ سلسلۂ اویسیہ کی اُس مستحکم روحانی روایت کے نمائندہ بزرگ تھے جس کی بنیاد نسبی استحکام، خانقاہی تربیت، باطنی مجاہدہ اور اخلاقِ حسنہ پر قائم ہے۔ خاندانِ تارکاں کی صدیوں پر محیط دینی وصوفیانہ فضا، چینڈ پور شریف جیسے روحانی مرکز کا ماحول، قرآن و فارسی کی کلاسیکی دینی تعلیم اور بعد ازاں خلیفہ فضل الدینؒ کی صحبت نے مل کر آپ کی شخصیت کو علمی سنجیدگی، روحانی توازن اور اخلاقی وقار کے ایک مکمل نمونے میں ڈھال دیا۔

آپ کی سیرت میں سادگی، نرمی، تواضع، خدمتِ خلق، شریعت کی پابندی اور تربیتِ نفس مرکزی اوصاف کے طور پر نمایاں ہیں۔ خانقاہ میں آپ کا کردار محض مجاور یا مجازی پیشوا کا نہیں بلکہ مربی، معلم اور مصلح کا تھا؛ لوگ دینی مسائل، گھریلو تنازعات اور باطنی الجھنوں کے حل کے لیے آپ کی طرف رجوع کرتے اور حکیمانہ اور محبت آمیز رہنمائی پا کر لوٹتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی خانقاہ ایک ایسے عملی مدرسۂ اخلاق میں تبدیل ہو گئی جہاں دین پڑھایا بھی جاتا تھا اور جیا بھی جاتا تھا اور آپ کی وفات کے بعد بھی اس کے اثرات پورے خطے میں محسوس ہوتے رہے۔ اس طرح حضرت خواجہ نورالحسن تارک اویسیؒ کی سوانحی و روحانی جہات یہ مقدمہ فراہم کرتی ہیں کہ اب ان کے کلام، فکری ساخت اور اصلاحی پیغام کو اس تناظر میں سمجھا جائے کہ یہ شاعری کسی مجرد ذوقِ سخن کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک کامل صوفی، مربی اور مرشد کی مجرب روحانی زندگی کا نچوڑ ہے۔

حضرت خواجہ نورالحسن تارکؒ میں جو وقار، نرم خوئی، درونی سکون اور باطنی استقامت موجود تھی، وہی صفات آپ کے کلام میں سادگی، لطافت، معنوی گہرائی اور روحانی تاثیر کی صورت میں نمایاں ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی شاعری کو آپ کی ذات سے الگ نہیں کیا جا سکتا؛ یہ کلام محض فن نہیں بلکہ آپ کے باطنی تجربات، ذکر و مراقبہ کی کیفیات اور سلوکی مشاہدات کا براہِ راست عکس ہے۔ اب ہم آپ کے کلام کے منتخب اشعار کا مطالعہ کرتے ہیں تاکہ دیکھا جا سکے کہ آپ کے سوانحی، روحانی اور فکری پس منظر نے کس طرح آپ کے شعری اسلوب اور موضوعات کو تشکیل دیا ہے۔

حمد خداوند عالی نوں جس سرجیا احمدؐ پیارا
تے نعت کتاباں اندر کیتی دسیا شان نیارا

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

رہباں علما انہاں دے لوکاں پڑھ تعریف سناون
تے دانے ٹھکان ہدیان انہاں تھیں ایس وسیلے پاون(۱۴)

حضرت خواجہ نورالحسن تارکؒ حمد و نعت کے بنیادی روحانی رشتے کو نہایت سادہ، پر اثر اور صوفیانہ انداز میں بیان کرتے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کی عظمت کو اُس نعمتِ عظمٰی کے ذریعے واضح کرتے ہیں جو اس نے انسانیت کو عطا فرمائی۔۔۔یعنی حضور نبی کریم ﷺ۔ حضرت تارکؒ کے نزدیک رسولِ کریم ﷺ کی تخلیق اور آپ کی بعثت خود اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا سب سے نمایاں اظہار ہے۔ اسی لیے وہ حمدِ الٰہی کا آغاز ہی ذکرِ مصطفیٰ ﷺ سے کرتے ہیں، گویا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ خدا کی معرفت تک راستہ مصطفیٰ ﷺ کے در سے ہو کر گزرتا ہے۔ ان اشعار میں حضرت تارکؒ کا یہ نکتہ بھی نمایاں ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی شان ایسی یکتائی رکھتی ہے جو صرف مسلمانوں تک محدود نہیں، بلکہ علما، صلحا اور حتیٰ کہ اہلِ کتاب و رہبان بھی اپنی اپنی کتابوں میں آپ کی عظمت کا اعتراف کرتے آئے ہیں۔ یہ انداز اُن کی فکری وسعت، رواداری اور سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کی آفاقی حیثیت کو بیان کرتا ہے۔ مزید یہ کہ حضرت تارکؒ تصوف کے اس مرکزی عقیدے کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ہدایت، معرفت اور روحانی کامیابی حضور ﷺ کے وسیلے سے ملتی ہے۔ وہ اپنے قارئین کو یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ دین کی اصل روح، سلوک کی اصل روشنی اور باطن کی اصل پاکیزگی حضور ﷺ کی نسبت اور محبت سے حاصل ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ حضرت تارکؒ محبتِ رسول ﷺ، وسیلۂ نبویؐ اور حمد و نعت کے باہمی تعلق کو بڑی معنویت کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور اپنی حمدیہ نعت کے ذریعے لوگوں کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ خدا کی معرفت اور دل کی روشنی کا دروازہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع، محبت اور ادب سے کھلتا ہے۔

آپؒ کے کلام میں حضور نبی کریم ﷺ کی شان اور سابقہ آسمانی صحائف میں موجود بشارتوں کا ذکر بار ہا ملتا ہے۔ وہ تاریخی واقعات کو روحانی استدلال کے ساتھ پیش کرتے ہیں، تاکہ یہ واضح ہو کہ ذکرِ محمد ﷺ ایک ازلی و ابدی حقیقت ہے۔

ابنِ عباس روایت کیتی سن میرے دل جانی
تے انہاں دوہاں اتے ہووے اللہ دی نگہبانی
اک یہودی شام اندر اوہ پڑھے تورات ربانی
وچ رات تورات کھولے تدپائے نعتِ محمد جانی
چونہہ جاہگیں اس نعتِ محمد رنگورنگی پائی
لے کے چھری لیا کٹ کاغذ اندر اگ جلائے
پھر دوجی رات جو نعتِ محمد اٹھ مقامے دیکھی
لے کے چھری کٹے جلوائے لگا آپ کو لیکھے(۱۵)

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

خواجہ نورالحسن تارکؒ اس بند میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی شان اور آپ کے اوصافِ مبارکہ صرف مسلمانوں تک محدود نہیں بلکہ سابقہ الہامی کتابوں میں بھی محفوظ تھے۔ ابنِ عباسؓ کی روایت کے حوالے سے شاعر دکھاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے ذکر کی حفاظت ہر دور میں فرمائی اور اہلِ علم اس نور سے پوری طرح آگاہ تھے۔ یہودی عالم کا اضطراب اس روحانی کشمکش کی علامت ہے جو دلِ انسانی میں اس وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ حق کو پہچان کر بھی ضد کی وجہ سے اسے تسلیم نہیں کرتا۔ اس کا نعتِ محمدؐ کو کاٹ کر جلانے کی کوشش کرنا دراصل تعصب، مزاحمت اور فکری انکار کی علامت ہے۔ مگر اگلی رات دوبارہ اسی نعت کا ظاہر ہو جانا اس ابدی سچائی کو ظاہر کرتا ہے کہ نبی کریمؐ کی شان کو کوئی مٹا نہیں سکتا۔۔۔ یہ نور ہے جو خود ظاہر ہوتا ہے اور جسے اللہ کی حفاظت حاصل ہے۔ خواجہ صاحبؒ اس واقعے کے ذریعے اپنے پڑھنے والوں کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ حضور ﷺ کی عظمت انسانی تحریر یا کوشش کی محتاج نہیں، یہ تو ایک آسمانی فیضان ہے جو ہر دور میں زندہ اور روشن رہتا ہے۔ اس بند کا لبِّ لباب یہی ہے کہ ذکرِ محمد ﷺ ازل سے محفوظ ہے اور ابد تک منور رہے گا۔ خواجہ نورالحسن تارکؒ کے کلام میں حضور اقدس ﷺ کے جمالِ ظاہری اور نورانی اوصاف کا بیان نہایت ادب، خلوص اور باطنی وارفتگی کے ساتھ ملتا ہے۔ یہ بیان صرف جسمانی اوصاف نہیں بلکہ آپؐ کے نورانی وجود، سیرتِ طیبہ اور اخلاقی عظمت کے باہمی ربط کا آئینہ دار ہے۔

قد میانیہ حضرتؐ داسی سوھناں وچہ حساباں
سر مبارک گول انہاں دا ویکھیں وچہ کتاباں
متھا بہت کشادہ حضرت چین نہ پوے کداہیں
اکھیں بہت سفید سیاھی دل میرے نوں ڈھاہیں
ابرو ملے تے وتھ دنداں وچہ ہسے نور نورانی
وقت تبسم چانن ہوندا جان میری قربانی
ہتھ مبارک کھلیاں تلیاں جگاں فیض پوچائے
تے سینہ کہاں اسرار ربانی مت کوئی شک لیائے
پیٹ ملیا کنڈ مبارک اتنا زُہد کمائے(١٦)

حضور نبی اکرم ﷺ کے حُلیۂ مبارک کو ایسی وارفتگی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جس میں محبت اور روحانی تعلق پوری طرح جھلکتا ہے۔ حضور ﷺ کی پیشانی کو کشادہ اور نورانی کہنا، آنکھوں کی روشنی اور تاثیر کا ذکر کرنا، دندان مبارک سے پھوٹنے والی چمک اور تبسم کی روشنی کو بیان کرنا۔۔۔ یہ سب دراصل اس باطنی نور کی طرف اشارہ ہے جسے شاعر اپنی روح کی غذا سمجھتا ہے۔ حضورؐ کے ہاتھوں کی کشادگی کو فیض رسانی کا ذریعہ قرار دینا اور سینۂ اطہر کو اسرارِ الٰہی کا مقام کہنا اس بات کی گواہی ہے کہ شاعر نے نبی کریمؐ کی شخصیت میں صرف جمال نہیں بلکہ کمال، زہد، سخاوت اور ربّانی معرفت کی جھلک یکجا دیکھی۔ آخر میں پیٹِ مبارک اور کمرِ شریف کا ذکر بطور علامت پیش کیا گیا ہے، جو حضورؐ

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

کی سادگی، قناعت اور زہدِ کامل کو ظاہر کرتا ہے۔ اس طرح حضور ﷺ کا ظاہری جمال اور باطنی کمال ایک ہی نورانی حقیقت کے دو رُخ ہیں۔ اسی حقیقت کو وہ عشق کے جذبے، سادگیِ بیان اور عقیدت بھرے انداز میں قاری تک منتقل کیا گیا ہے۔ حضرت صاحبؒ حمدِ باری تعالیٰ اور نعتِ مصطفی ﷺ کے گہرے روحانی تعلق کو بھی نہایت جامع انداز میں بیان کرتے ہیں۔ اُن کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ثنا اور حضور اکرم ﷺ کی مدحت ایک ہی باطنی نور کی دو شعاعیں ہیں، جو مومن کے دل کو یقین، روشنی اور روحانی سکون عطا کرتی ہیں۔

لکھ لکھ حمد ثنا الٰہی دم دم نال پکاراں
بھی نعت محمد سرور تائیں شکر ہمیں گذراں
ہک سئلے داشک ہمیشہ اندر دل دے رہندا
رب تحقیق کرایا مسئلہ شک گیا درماندا(۱۷)

خواجہ نورالحسن تارکؒ یہاں واضح کرتے ہیں کہ اُن کی روحانی زندگی اللہ کی حمد اور رسولِ کریم ﷺ کی عظمت کے مسلسل ذکر سے عبارت ہے۔ ان کے نزدیک نعت کہنا محض ادبی روایت نہیں بلکہ ایک ایسی روحانی کیفیت ہے جو دل کے اندر عشق کے چشمے کو جاری رکھتی ہے۔ حمد و نعت کے مسلسل ذکر نے ان کے دل سے ہر طرح کی بے چینی اور شک کو دور کر دیا ہے اور ایمان میں پختگی پیدا کی ہے۔ اُن کے کلام کے مطابق عشقِ رسول ﷺ انسان کے باطن کو مطمئن کرتا ہے، دل میں نور پیدا کرتا ہے اور بندے کو اس کے اصل مقصدِ حیات سے جوڑ دیتا ہے۔ اس طرح یہ اشعار عشقِ الٰہی اور عشقِ مصطفیٰ ﷺ دونوں کو ایمان کا مرکزی سرمایہ قرار دیتے ہیں۔ آپؒ نے اُن روایات کو شعری صورت دی ہے جن میں نورِ محمدی ﷺ کے پاکیزہ تسلسل، انبیاء کی وصیتوں اور حضور ﷺ کے نسبِ مطہر کی طہارت کا ذکر ملتا ہے۔ یہ کلام صدیوں پر محیط اُس نورانی سلسلے کی طرف اشارہ کرتا ہے جو پاکیزہ نسلوں کے ذریعے منتقل ہوا۔ امام جلال الدین سیوطیؒ اور امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے تمام آباء و اجداد اور مائیں پاکیزہ، موحد اور مشرک نہیں تھے۔ (درجۃ المفید، السیوطی)

نورِ محمدی ﷺ نسل در نسل پاک عورتوں اور پاک مردوں کے ذریعے منتقل ہوا۔ آدم علیہ السلام نے حضرت شیثؑ کو وصیت کی کہ یہ نور صرف پاکیزہ عورتوں میں منتقل کرنا۔ یہ وصیت ہر دور میں نسلوں کے ذریعے چلتی رہی، حتیٰ کہ یہ نور حضرت عبد المطلبؓ اور پھر حضرت عبد اللہؓ کے وجود تک پہنچا۔

جد نوت بودن خود آدم نگائی شیث بولا
یا بخ نور محمد ملا صاحب دا وچہ متھے تیرے آیا
پس نہ رکھ اُس جوت تائیں مگر اندر نیک عوراتاں
پھر شیث وضعیت مہتر اپنے خوب سنایاں باتاں
بیویں آدم شیث نوں آکھیا آیا شیث انھوں فرمادے

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

بیچ نہ رکھو نور مگر وچہ پاک خوراتاں جاوے(۱۸)

آپؒ ان اشعار میں نورِ محمدی ﷺ کے سلسلۂ نسب کی پاکیزگی اور اس نور کی حفاظت کے الہامی پہلو کو بیان کرتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے جب شیث علیہ السلام کے چہرے پر نورِ محمدی ﷺ دیکھا تو انھیں حکم دیا کہ اسے صرف پاکیزہ، صالح اور برگزیدہ عورتوں میں منتقل کرنا۔ آپ کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ یہ نور کبھی بھی ناپاک، مشرک یا گمراہ نسلوں میں نہیں گیا؛ ہمیشہ اہلِ طہارت کے ذریعے منتقل ہوا۔ اس ذریعے سے حضور اکرم ﷺ کی عظمتِ نسب، طہارتِ سلسلہ اور نورانی میراث کو بیان کیا گیا ہے جو ایمان کو مضبوط کرتی ہے اور عقیدت کے خزانوں کو تازہ کرتی ہے۔ یہ اشعار اس بات کی شعری ترجمانی ہیں کہ رسول اللہؐ کی ذاتِ اقدس صرف روحانی طور پر ہی نہیں بلکہ نسبی طور پر بھی پاکیزہ اور نورانی تسلسل کا نتیجہ ہیں۔ خواجہ نورالحسن تارکؒ اس بیان کے ذریعے عقیدت اور معرفت دونوں کو بیدار کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ نورالحسن تارکؒ کے کلام کا ایک نمایاں وصف یہ ہے کہ آپ نعتیہ روایت کے اہم تاریخی واقعات کو محض بیانیہ انداز میں نہیں لاتے بلکہ انھیں ایک روحانی پیغام اور فکری حکمت کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ آپ کا مقصد صرف واقعہ بیان کرنا نہیں ہوتا، بلکہ اس کے باطنی معانی، حضور ﷺ کے نسبِ پاک کی طہارت، نورِ محمدی کے تقدیری سفر اور اللہ کی خصوصی حفاظت کو اجاگر کرنا ہوتا ہے۔ اسی سلسلے میں "حکایت عبد المطلب و امِّ قتال" حضرتؒ کے کلام کا وہ حصہ ہے جس میں آپ نے نہایت لطیف اور پُراثر پیرائے میں وہ مشہور روایت بیان کی ہے جس کا تعلق نورِ محمدی ﷺ کے ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں منتقل ہونے سے ہے۔ یہ حکایت ان کی شاعری میں روحانی عقیدت، نعتیہ روایت اور سلسلۂ نسبِ نبوی ﷺ کی پاکیزگی کو نمایاں کرتی ہے۔

جد عبد المطلب پیر عبد اللہ کرن نکاح تیاری
امِ قتال سوال جو میری بھاں تیتھوں لکھ واری
جو سینوں پر نکاح لیا دیں حل کر مشکل میری
با مجد صلاحول باپ نہ منے عبد اللہ گل تیری
عدام قتال عبد اللہ حضرت دائمونہ دکھا دوروں
تے چہرے وچہ نشان نہ پایوس احمد والے نوروں
امِ قتال بہوش ہوئی تے کیتی لکھ پشیمانی
میں اُس نور دی طالب آہی جاہ مین ان جوانی(۱۹)

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

اس حکایت میں حضرت خواجہ نورالحسن تارکؒ اُس واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہیں جسے اہلِ سیرت اور نعتیہ ادب میں نہایت احترام سے بیان کیا جاتا ہے۔ ایک خاتون، امّ قتال، حضرت عبد اللہؓ کے غیر معمولی نورانی چہرے کو دیکھ کر اس نور کی خواہش مند ہوئی اور اسی باعث اس نے ان سے نکاح کی التجا کی۔ لیکن تقدیرِ الٰہی اس کے خواہش کے مطابق نہیں تھی، کیوں کہ نورِ محمدیؐ اس وقت اپنے طے شدہ روحانی سفر کے ایک مخصوص مرحلے پر تھا اور اسے سیدہ آمنہؓ کے پاکیزہ بطن میں منتقل ہونا تھا۔ جب نکاح کا وقت قریب آیا تو امّ قتال نے حضرت عبد اللہؓ میں وہ نور نہ پایا تو اس پر حیرت اور ندامت طاری ہوئی۔ شاعر اس صورتِ حال کو بطور علامت بیان کرتے ہیں کہ نورِ مصطفویؐ کسی بھی عام انسانی خواہش یا تعلق کے تابع نہ تھا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے نسلِ طاہرین کے ذریعے ایک محفوظ، منتخب اور نورانی سفر میں منتقل کیا تھا۔ خواجہ صاحبؒ اس حکایت کے ذریعے یہ حقیقت بیان کرتے ہیں کہ نعت محض تعریف نہیں، بلکہ اس کے پس منظر میں اللہ کی مشیت، پاکیزہ نسلوں کی حفاظت اور نورِ محمدی ﷺ کی آسمانی تقدیر کارفرما ہے۔ انھوں نے یہ واقعہ بیان کر کے حضور ﷺ کی نسبتِ طاہرہ کی عظمت اور اس نور کی حرمت کو نمایاں کیا ہے جس کے لیے صرف طیب و طاہر سلسلۂ نسب ہی منتخب کیا گیا۔

حضرت خواجہ نورالحسن تارکؒ کا کلام نعت و منقبت تک محدود نہیں رہتا، بلکہ آپ نے اصلاحِ نفس، تقویٰ، ترکِ معصیت، انسانی غفلت، موت و آخرت اور بندگی کے حقیقی شعور پر بھی نہایت مؤثر نصیحتیہ اشعار کہے ہیں۔ یہ غزل دراصل ایک صوفی شیخ کی وہ درد بھری صدا ہے جو انسان کو اپنی غفلت سے جگانا چاہتی ہے۔ حضرت تارکؒ کے ہاں نصیحت سختی سے نہیں بلکہ محبت، نرم لہجے اور باطنی بصیرت کے ساتھ کی جاتی ہے اور یہی خصوصیت اس غزل میں نمایاں نظر آتی ہے۔

بعد توحید و درود مصطفےٰ ... مومنوں سنیوں نصیحت کن لا
جس دہاڑے جما انسان ہے ... کجھ نہ طاقت اوس وچ نادان ہے
نہ سنے گل نوں نہ عقل اسد اکما ... نہ پھڑے شئے نوں نہ چلن پیر چال
نہ بیاں کر داز بانوں بول کے ... نہ پچھانے چیز اکھیں کھول کے (۲۰)

یہ غزل حضرت خواجہ نورالحسن تارکؒ کے نصیحتیہ کلام کا نمائندہ حصہ ہے جس میں وہ انسان کو اپنے نفس، اعمال اور غفلت سے متعلق بیدار کرتے ہیں۔ آپ انسان کی اصل کمزوریوں پر نشاندہی کرتے ہیں — کہ آدمی دنیا کی لذتوں میں مگن ہو کر اپنی حقیقت کو بھول جاتا ہے، نہ نصیحت سنتا ہے، نہ عقل سے کام لیتا ہے اور نہ ہی اس حقیقت کو محسوس کرتا ہے کہ ہر عمل کا حساب ہونا ہے۔ حضرت تارکؒ اس غفلت کو محض اخلاقی مسئلہ نہیں سمجھتے بلکہ ایک روحانی بیماری قرار دیتے ہیں جو دل اور عقل دونوں کو مفلوج کر دیتی ہے۔ اسی لیے وہ توحید، درودِ مصطفی ﷺ اور ذکرِ الٰہی کو دل کی زندگی اور روح کی بیداری کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

غزل کا مرکزی پیغام یہ ہے کہ جس انسان نے اللہ کو پہچان لیا، وہ کامیاب ہوا؛ اور جو خواہشاتِ نفس میں ڈوبا رہا وہ خوار ہوا۔ شاعر بار بار متنبہ کرتے ہیں کہ جوانی ختم ہو جائے گی، قوت زائل ہو جائے گی اور پھر پیری اور کمزوری انسان کو عمل سے روک دیں گی۔ اس لیے وقت

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

سے پہلے توبہ، اصلاحِ نفس اور عبادت میں لگ جانا ضروری ہے۔ حضرت نورالحسن تارکؒ اُس وقت کی طرف توجہ دلاتے ہیں جب قیامت کے دن انسان کے اپنے اعضا اس کے خلاف گواہی دیں گے—ہاتھ، پاؤں، آنکھیں، زبان اور وہ زمین بھی جس پر اس نے نیکی یا بدی کی۔ یہ تصور قرآنِ مجید کے الفاظ: یَوۡمَ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَھَا کی گونج رکھتا ہے، یعنی وہ دن جب زمین اپنے اوپر ہونے والے تمام اعمال بیان کرے گی۔ آخر میں توبہ، عاجزی، استغفار اور بدکاری سے دوری کی تلقین کی گئی ہے۔ وہ دنیا کی رعنائیوں، جھوٹ، فریب، شراب، چوری اور گناہوں سے بچنے کا حکم دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انسان کی نجات اسی میں ہے کہ وہ اللہ کے حضور عاجز ہو، نفس کی خواہش کو چھوڑ دے اور نبی کریم ﷺ کی اطاعت اور سنت پر قائم رہے۔ غزل کا اسلوب نہ سخت ہے نہ فلسفیانہ—بلکہ عوامی، سادہ اور براہِ راست ہے، جس سے خواجہ صاحبؒ کی اصلاحی فکر کے ساتھ ساتھ ان کی عوامی فہم اور تربیتی حکمت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

خطبۂ عید شریف

حضرت خواجہ نورالحسن تارکؒ کا "خطبۂ عید شریف" ایک صوفیانہ نصیحتی بیان ہے جو عید کی حقیقی روح کا تعین کرتا ہے۔ اس خطبے میں حضرتؒ عید کے ظاہری خوشیوں اور رسمیات کے بجائے اس کے باطنی مقاصد پر زور دیتے ہیں۔ آپ کے نزدیک عید کا اصل مفہوم لباس، زیور، خوراک یا ظاہری خوشی نہیں، بلکہ تقویٰ، توبہ، شکر، عبادت، دل کی پاکیزگی اور اللہ و رسول ﷺ کی رضا ہے۔ یہ خطبہ سادہ پنجابی زبان میں بیان کیا گیا ہے تاکہ عام لوگ بھی اس کے روحانی نکات کو بآسانی سمجھ سکیں اور عید جیسا دن ان کے لیے اخلاقی اصلاح اور باطنی صفائی کا ذریعہ بن جائے۔

عید ناہیں پہنناں نواں لباس	عید ہے چھڈ دیونان بدیاں قیاس
عید ناہیں مشک عطر لگانوناں	عید ہے تائب ہو رب ول آنونان
عید ناہیں سوجہ دنیا پانوناں	عہد ہے تقوید اخراج بنانوناں
عید ناہیں کرن جو اسواریاں	عیدے چھڈ دے تمامی خواریاں (۲۱)

حضرت خواجہ نورالحسن تارکؒ اس طویل نصیحتیہ خطبے میں سب سے پہلے انسان کو یاد دلاتے ہیں کہ تمام مخلوقات کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور انبیا کی عظمت قرآن سے ثابت ہے۔ عید کا پہلا پیغام یہ ہے کہ بندہ اللہ کی نعمت، اس کی ربوبیت اور حضور ﷺ کی رحمت کا شکر ادا کرے۔ آپ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اللہ کی رضا اور رسول ﷺ کی اطاعت کے بغیر عید کی خوشی ادھوری ہے۔ اس کے بعد حضرتؒ عید کے ظاہری مظاہر کی نفی کرتے ہیں۔ وہ واضح کرتے ہیں کہ نیا لباس، عطر، کھانے پینے کی فراوانی، مہندی، زیور، یا خوش نمائی—یہ سب عید کے لوازمات ضرور ہو سکتے ہیں، مگر "عید کا اصل جوہر" ہرگز نہیں۔ اگر انسان کے دل میں تکبر، حسد، بدنگاہی، فریب، جھوٹ، بے حیائی، رشوت، ظلم اور نفس پرستی موجود رہیں، تو وہ کتنی ہی ظاہری خوشیاں منا لے—اسے "عید" کی حقیقت نصیب نہیں ہوتی۔ حضرت تارکؒ کے

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

مطابق عید اس وقت ہے جب انسان نفس اور شیطان کو شکست دے،، گناہوں کو چھوڑے، توبہ سے دل کو پاک کرے، حقوق العباد ادا کرے، زکوٰۃ اور صدقہ دے، بڑے چھوٹے سے محبت کرے، دل میں تکلف، فریب اور ریاکاری نہ رکھے، قرآن اور حدیث کے مطابق زندگی گزارے۔

آپ فرماتے ہیں کہ انسان کو جان لینا چاہیے کہ عید کی اصل خوشی وہ ہے جو اللہ کی رضا کے ساتھ وابستہ ہو۔ جو شخص زبان سے مسکرائے مگر دل گناہوں میں ڈوبا ہو، وہ حقیقی خوشی سے محروم رہتا ہے۔ سچی عید اس کے لیے ہے جس کا دل روشن ہو، جس میں خوفِ خدا ہو، جو اپنی شہوات پر قابو رکھے اور جس کے اعمال اللہ کے سامنے شرمندگی کا باعث نہ ہوں۔ حضرتؒ بہت سختی سے اس بات کی نفی کرتے ہیں: رشوت، چوری، زنا، جھوٹ، شب بیداری بدکاری میں، گفتگو میں فحش پن، دنیا کی حرص اور مال جمع کرنے کی ہوس —ان سب کے باوجود انسان "عید منارہا ہو"۔ آخر میں حضرت تارکؒ واضح کرتے ہیں کہ عید صرف وہی ہے جس میں: اللہ یاد ہو، رسول ﷺ کی محبت ہو، استغفار ہو، عاجزی ہو، حقوق کی ادائیگی ہو اور دل کے اندر نور ہو۔ یہ خطبۂ عید شریف بنیادی طور پر انسان کو یہ سمجھانے کی کوشش ہے کہ عید ظاہری مسرتوں کا نہیں بلکہ باطنی پاکیزگی، روحانی ترقی اور اخلاقی کمال کا نام ہے۔

خطبہ عید الاضحیٰ

حضرت خواجہ نورالحسن تارکؒ نے عیدُ الاضحیٰ کے موضوع پر جو کلام پیش کیا ہے، وہ محض ایک واعظانہ خطاب نہیں بلکہ ایک عارفانہ توضیح ہے جس میں قربانی کے حقیقی مفہوم، تسلیم و رضا کے باطنی مدارج اور حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسماعیلؑ کی سنتِ اطاعت کی روح کو نہایت سادگی مگر گہرے معنی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ان کے اشعار اس حقیقت کو اجاگر کرتے ہیں کہ قربانی کا جوہر صرف جانور ذبح کرنے کا عمل نہیں بلکہ انسان کے اندر موجود تمام باطنی رکاوٹوں — نفس، حرص، خواہش، گمراہی اور دنیا طلبی — کو قربان کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ خطبہ عیدُ الاضحیٰ کے تاریخی پس منظر کو روحانی درس میں تبدیل کرتا ہے اور سامع کے اندر یہ احساس بیدار کرتا ہے کہ حقیقی مسلمان وہ ہے جو ابراہیمی معیار کی وفاداری، صبر اور اطاعت کو اپنی عملی زندگی میں اپنائے۔ نمونہ کلام دیکھیئے:

رب فرمایا ابراہیم نوں — رکھ ثابت اپنی تسلیم نوں
قال اسلمت لرب العالمین — کہیا مَیں ثابت سلامت بالیقین
رب کہیا میں جان ومال اولادنوں — کرلواں ازمائیشاں عبادنوں
جان اسدی پائی وجہ نمرودنار — اچھے نکلے نہ آہاوچہ کھوٹ یار
ایسی آزمائش اندر ثابت رہا — بنگئی گلزار شک اوسدا گیا(22)

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

خواجہ نورالحسن تارکؒ کے اشعار میں واقعۂ قربانی کو نہایت مؤثر انداز میں تازہ کیا گیا ہے۔ وہ ابتدا ہی سے اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ عیدُالاضحیٰ کی اصل روح تسلیم و رضا ہے—وہی وصف جس کے باعث حضرت ابراہیمؑ نے آزمائش کی گھڑی میں اپنے رب کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ ربِ کریم نے ابراہیمؑ کو جس شدید امتحان سے گزارا، اس کا مقصد صرف ایک پیغام دینا تھا کہ خدا کے راستے میں محبوب ترین شے بھی قربان کرنی پڑے تو مومن ہچکچاتا نہیں۔ حضرت اسماعیلؑ کی رضا، ان کی ثابت قدمی اور ذبح کے لیے پیش ہونے کا جذبہ شاعر کے نزدیک عبدیت کی معراج ہے اور اسی کو وہ قربانی کا حقیقی درس قرار دیتے ہیں۔ اس پوری حکایت کو صرف ایک تاریخی واقعہ نہیں مانتے بل کہ اسے انسانی روح کے تہ در تہ ارتقا، نفس کے تزکیے اور قلب کی پاکیزگی کا استعارہ سمجھتے ہیں۔

آگے چل کر نہایت حکیمانہ انداز میں انسانی کمزوریوں کا ذکر کیا گیا ہے—حرص، دنیادوستی، نفس کا جبر، شیطان کا دھوکا—اور واضح کرتا ہے کہ جس طرح ابراہیمؑ نے اپنی خواہشات اور جذبات کو رب کے حکم کے تابع کر دیا، اسی طرح ہر انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے اندر کے اسماعیل کو کٹہرے میں لائے: یعنی ہر وہ خواہش جس کے آگے شریعت کمزور پڑے، ہر وہ تعلق جو رب کی رضا سے دور کرے، ہر وہ رویہ جو انسان کو حق سے بھٹکائے۔ آپؒ کے نزدیک عیدُالاضحیٰ کا پیغام یہی ہے کہ بندہ اپنے باطن کو اللہ کے حضور پیش کرے اور اپنے اعمال کے ذریعے یہ ثابت کرے کہ اس کے دل میں ابراہیمی اخلاص کی جھلک موجود ہے۔ اختتام پر یاد دلاتے ہیں کہ قربانی صرف ایک دن کی عبادت نہیں بلکہ پوری زندگی کا طریقِ فکر ہے: رزقِ حلال کے حصول میں اخلاص، دنیاوی معاملات میں دیانت، باہمی معاملات میں صاف دلی، غصے اور خود غرضی پر قابو اور اللہ کی رضا کو ہر چیز پر مقدم رکھنا ہی حقیقی "قربانی" ہے۔ شاعر کا پیغام نہایت واضح ہے کہ عیدُالاضحیٰ اس وقت عید بنتی ہے جب انسان اپنے باطن کے جانور کو ذبح کرے—نفس کو، خواہش کو، حرص کو—اور اپنے دل کو اللہ کی اطاعت کے لیے اس طرح خالص کرے جیسے ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ نے کیا۔

الف: سی حرفی

"الف سی حرفی" خواجہ نورالحسن تارکؒ کے اخلاقی، روحانی اور سلوکی فکر کا نہایت عمدہ نمونہ ہے۔ اس کلام میں انھوں نے الفاظ کی سادگی میں گہری حکمت سمو کر ایک ایسے منشور کی تشکیل کی ہے جو انسانی زندگی کے ہر پہلو پر راستگی، خود احتسابی اور خداخوفی کا مطالبہ کرتا ہے۔ یہ حروفی انداز نہ صرف فنِ شاعری کے اعتبار سے انفرادیت رکھتا ہے بلکہ صوفیانہ تعلیمات کی روشنی میں انسان کو اس کی حقیقت، اس کے باطن اور اس کے انجام کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ "الف" کو بطور علامت اختیار کر کے شاعر ہر بند میں انسان کو صبحِ شعور کی طرف بلاتا ہے—اس بیداری کی طرف جو گمراہی، غفلت اور دنیاپرستی کو دور کر کے انسان کو اللہ کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ نمونۂ کلام:

الف اٹھ سویرے دہم گیائی غافل سو تائیں ہوئیاں

عمل نامہ تیرا ہویا کالا، نال ہنجواں اج دھومیاں

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

الف اُٹھ سویرے دہم گیاہی کیوں ہویوں دگیر میاں
ایہہ دنیاکسے نال نہ گیا، دیکھن کر نظیر میاں
اللہ اُٹھ سویلے وہم گیاای، سُتائیں کس خیال میاں
پھاہی دنیادی وچہ پھاسیوں پایا حرص جنجال میاں
الف اُٹھ سویلے وہم گیای پیاں دودھ ہانیاں نی
رڑک سویلے مکھن کڈھن جیہڑیاں ٹھیک سوانیاں نی
الف سویلے وہم گیاای ویلا ہتھ نہ آؤنائیں
نیکی بدی دابھار تمامی سر اپنے تے چاونائیں (۲۳)

خواجہ نورالحسن تارکؒ ''الف'' کو بیداری، آغاز اور تنبہ کی علامت بنا کر انسان کو اس کی غفلت سے جھنجھوڑتے ہیں۔ ہر بند میں ایک ہی بنیادی حقیقت کو مختلف زاویوں سے بیان کیا ہے کہ انسان کو دنیا کی فانی مصروفیات اور نفسانی خواہشات میں کھو کر اپنے اصل مقصد کو نہیں بھولنا چاہیے۔ ''سویرے اُٹھ'' کا استعارہ صرف جسمانی بیداری نہیں بلکہ روحانی ہوشیاری کی طرف اشارہ ہے—یہ وہ لمحہ ہے جب انسان خود کو پرکھے، اپنی کمزوریوں کو سمجھے اور اپنے اعمال نامے کی حقیقت سے آگاہ ہو۔ وہ یاد دلاتے ہیں کہ دنیا کسی کے ساتھ نہیں جاتی، نہ مال، نہ شان، نہ تعلقات؛ قبر اور آخرت میں صرف اعمال ہی ساتھی بنتے ہیں۔ اسی لیے وہ بار بار عمل کی درستگی، نیت کی صفائی اور دل کی اصلاح پر زور دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک انسان کی سب سے بڑی دشمنیاں—حرص، لالچ، نفس، تکبر اور بدگمانی—وہ زنجیریں ہیں جو اسے رب سے دور کر دیتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ دنیا کے محلات، شہرتیں اور جمع کیا ہوا سازوسامان انسان کے کسی کام نہیں آتا، اگر اس کے اندر خیر، صداقت اور خوفِ خدا موجود نہ ہو۔ اسی تناظر میں وہ دعا، ذکر، استغفار اور رزقِ حلال کے عقیدے کو بنیاد بناتے ہیں اور باور کراتے ہیں کہ انسان کا سرپرست صرف اللہ ہے؛ وہی رازق، وہی مددگار، وہی کفایت کرنے والا۔

ان اشعار میں ایک طرف نفس کی سرکشی کا علاج بتایا گیا ہے، دوسری طرف اخلاقی تربیت کے اصول بھی دیے گئے ہیں—عاجزی، سچائی، خوفِ خدا، خیر خواہی، درست معاشرت، عمل کی خالص نیت اور مرشد کی پیروی۔ وہ موت کو بھی بیداری کا ایک استعارہ بناتے ہیں، reminding کہ قبر کی تنہائی، اعمال کی جواب دہی اور دنیا کا مکمل زوال ہر شخص کو پیش آنا ہے۔ اس لیے انسان کو فریب، چالاکی، دھوکے اور ظلم کی راہوں کو ترک کر کے خود کو اس روش پر ڈالنا چاہیے جس کے ذریعے وہ اللہ کی رحمت کا امیدوار بن سکتا ہے۔ آخر میں بڑی محبت سے مخاطب ہو کر یہ بھی کہتے ہیں کہ نجات کا راستہ صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور اُن کی پیروی میں ہے، جس کے بغیر کوئی عمل حقیقت میں کامل نہیں ہوتا۔

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

دلبر سی حرفی

"دلبر سی حرفی" خواجہ نورالحسن تارکؒ کے کلام کی وہ صنف ہے جس میں عشقِ الٰہی، محبتِ رسولؐ، روحانی واردات، سلوک کی درد اور باطنی کشمکش ایک لطیف مگر نہایت مؤثر پیرائے میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہاں "دلبر" محض محبوب کا استعارہ نہیں بلکہ مرشدِ کامل، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بالآخر ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف لے جانے والی روحانی نسبت کا عنوان ہے۔ وہ ہر بند میں اپنے قلبی اضطراب، روحانی طلب، توبہ و استغفار، نفس سے مجاہدے اور محبوبِ حقیقی تک رسائی کی آرزو کو اس انداز میں بیان کرتا ہے کہ ایک طرف بندگی کا وقار برقرار رہتا ہے اور دوسری طرف عاشقانہ تڑپ دلوں کو گرما دیتی ہے۔ یہ حروفی نظم اصل میں ایک روحانی سفر نامہ ہے—طلب سے وصل تک، گناہ سے پاکیزگی تک، خوف سے امید تک اور عشق کی دھڑکن سے معرفت کی روشنی تک۔

الف اگ لگی تیرے ہجر والی پانی پاوی لا د دلبر اواسطہ ای

تیرے عشق قصائی نے بھوگ وتی ڈاہڈی اگ او دلبر اواسطہ ای

نور حسن دی دوہاں جہاناں اندر رکھیں پک او دلبر اواسطہ ای

تیرے نال طبیب حبیب میرا جان داری او دلبر اواسطہ ای

دلبر، د ذات تیری جہانہ ہور کوئی توہیں پاک او دلبر اواسطہ ای

تیرے عشق کھویا سارا ہوش میرا نالے عقل او دلبر اواسطہ ای

نور حسن دی عرض قبول ہووے آج کل او دلبر اواسطہ ای

رہنگے نرم، نور حسن دے دل تے شہر کرنی او دلبر اواسطہ ای(۲۴)

"دلبر سی حرفی" میں خواجہ نورالحسن تارکؒ اپنے باطنی سفر کا نقشہ کھینچتے ہوئے محبوبِ حقیقی کے حضور ایک عاجز، ٹوٹے ہوئے اور سراپا طلب دل کی کیفیت بیان کرتے ہیں۔ اس کلام کا مرکزی رنگ عشق ہے—وہ عشق جو انسان کے اندر کی آگ بھی ہے، اس کی پاکیزگی کا وسیلہ بھی، اس کی آزمائش بھی اور اس کی نجات بھی۔ شاعر بار بار "دلبر اواسطہ" کہہ کر محبوب سے نسبت کو اپنا سب سے بڑا سہارا اور ذریعۂ نجات قرار دیتا ہے۔ کبھی وہ اپنے گناہوں، کمزوریوں اور نفس کی شرارتوں پر نادم ہو کر محبوب سے پناہ مانگتا ہے، کبھی عشق کی شدت کو آگ، زخم یا اضطراب سے تعبیر کرتا ہے، تو کبھی اسی عشق میں سکون، شفا، امید اور روحانی روشنی تلاش کرتا ہے۔

پورے کلام میں "دلبر" کو ایک ہمہ جہت روحانی مہراج کے طور پر دکھایا گیا ہے—جو طبیب بھی ہے، مرشد بھی، مددگار بھی اور خدا تک پہنچانے والا وسیلہ بھی۔ وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے توبہ کرتے ہیں، رحمت کا سوال کرتے ہیں اور دو عالم کی بھلائی اسی نسبت سے وابستہ سمجھتے ہیں۔ وہ ہجر کی تپش، وصال کی آرزو، نفس کی مزاحمت، شیطان کی گمراہی، دنیا کے دھوکے اور قبر کے سفر کو بار بار یاد دلاتے ہیں،

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

تاکہ سالک اپنے باطن کو صاف رکھے اور عشق کی راہ میں ثابت قدم رہے۔ اس نظم میں عشق، بندگی اور ادب تینوں ایک ساتھ چلتے ہیں— محبوب کا جمال دل کو بے قرار بھی کرتا ہے اور سنوارتا بھی ہے؛ محبوب کی رضا سالک کی زندگی کا مرکز بن جاتی ہے؛ اور ہر قدم پر انسان کو اپنی کمزوری کا احساس ہوتا ہے مگر اسی احساس سے ایمان کی گرمی پیدا ہوتی ہے۔ یوں "دلبر سی حرفی" محض حمدیہ یا نعتیہ نظم نہیں بلکہ انسان کی اندرونی دنیا کا آئینہ ہے—جہاں عشق کی چوٹ بھی ہے اور مرہم بھی، خوف بھی ہے اور آس بھی، فقر بھی ہے اور روحانی دولت بھی۔ شاعر اپنے دل کی بے قراری، اپنی عاجزی، اپنی امید اور اپنی بندگی کو "دلبرا واسطہ" کے ایک ہی نعرے میں سمیٹ دیتا ہے اور یوں یہ نظم سلوکِ عشق کا مکمل بیان بن جاتی ہے۔

خواجہ نورالحسن تارکؒ کی "سی حرفی" ان کے روحانی تجربے، باطنی تربیت اور عشقیہ واردات کا نہایت نادر و مؤثر اظہار ہے۔ اس کلام میں وہ ایک سالکِ صادق کی داخلی کیفیات، عشقِ رسول ﷺ کی سوزش، مرشد کی صحبت سے حاصل ہونے والی بصیرت اور نفس و شیطان کے خلاف مسلسل مجاہدے کو نہایت سہل، لطیف اور عوام فہم پنجابی میں پیش کرتے ہیں۔ یہ اشعار صرف جذباتی اظہار نہیں بلکہ سلوکِ اویسیہ کی عملی تعلیمات کا نچوڑ ہیں، جن میں توحید، اتباعِ مصطفی ﷺ، دنیا کی بے ثباتی، موت و آخرت کی تیاری اور روحانی خوف و رجا کا توازن بڑی سادگی مگر گہری معنویت کے ساتھ ابھر کر سامنے آتا ہے۔ اس سی حرفی کا اسلوب خطیبانہ بھی ہے اور مناجات آمیز بھی، جس میں شاعر کبھی عاشق کی طرح فریاد کرتا ہے، کبھی مرشد سے وابستگی بیان کرتا ہے اور کبھی سالک کو نصیحت کرتا ہے۔ یوں یہ کلام صرف شعری اظہار نہیں، بلکہ ایک مکمل اخلاقی و روحانی دستور کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔

آدیں اوماہی توں کیوں چرایا عشق ترے نے چور کیتا
ہلکے تاں آویں مل مل جاویں ہُن کیوں سانوں دُور کیتا
احد تھیں بن احمد آیا ظاہر نور و نور کیتا
نور دا سینہ تے عرش محمد موسےٰ دے حق کوہ طور کیتا
باغ بہاراں باہجوں یاراں دسن سب اُجاڑ میاں
نہ توں آویں تے اگ بجھادیں میں ہویاں تپ کے بھاڑ میاں(۲۵)

اس سی حرفی میں خواجہ نورالحسن تارکؒ سب سے پہلے عشقِ الٰہی و عشقِ مصطفی ﷺ کی مشکل مگر نجات بخش حقیقت کو اجاگر کرتے ہیں۔ وہ شکایت کے لہجے میں عرض کرتے ہیں کہ اے محبوب! تو ہی نے دل میں عشق کی آگ لگائی، اب اسی عشق نے چین و سکون چھین لیا ہے، مگر حقیقت میں یہی اضطراب زندگی کا اصل سرمایہ ہے۔ شاعر بتاتا ہے کہ نورِ محمدی ﷺ ازل سے جاری ایک حقیقت ہے؛ عرش، کوہِ طور اور عالمِ امکان کی ہر تجلی اسی نور سے منور ہے۔ اس کے مقابل دنیا کے باغ و بہار، عیش و عشرت اور ساز و سامان سب کچھ "باغ

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

بہاراں باہجوں یاراں دسن سب اُجاڑ" کے مصداق ہیں— محبوب نہ ہو تو دنیا ویران ہے اور محبوب کی نسبت ہو تو دوزخ کی ہجرت بھی جنت کا مزہ دے سکتی ہے۔

کلام میں عشق کو "مر بلا" اور "شیر گھیلا" کہہ کر بتایا گیا کہ یہ کھیل کمزور طبیعتوں کا نہیں؛ عشق آدمی کو اندر سے اجاڑ بھی دیتا ہے، نفس کی لذتیں چھین لیتا ہے، مگر اسی کے ذریعے روحانی زندگی ملتی ہے۔ یہاں بار بار مرشد کامل اور بیعت کا ذکر آتا ہے—پیر کا ہاتھ پکڑنا، اس کے نقشِ قدم پر چلنا اور اس کی صحبت میں رہ کر نفس و شیطان کے فریب سے نکلنا؛ یہی عملی تصوف ہے۔ شاعر واضح کرتا ہے کہ بغیر مرشد، دل کی دنیا میں ذکر کی مٹھاس اور سلوک کی پختگی پیدا نہیں ہوتی اور عمریوں ہی ضائع ہو کر "ترکھی" یعنی تھوڑی سی مہلت کی طرح ختم ہو جاتی ہے۔ اسی سی حرفی میں انسان کی خلقت و کرامت کا بھی ذکر ہے: صورتِ آدم کو "احسن" اور خلافت کو عطیۂ الٰہی قرار دے کر یہ بتایا گیا کہ انسان کو محض دنیا کے پیچھے نہیں بھاگنا بلکہ اپنی اصل امانت—ایمان، معرفت اور بندگی—کو سنبھالنا ہے۔ نفس و شیطان کو دشمنِ جاں قرار دے کر شاعر متنبہ کرتا ہے کہ اگر دل پر ان کا قبضہ ہو گیا تو علم، عمر اور صلاحیت سب ضائع ہو جائیں گے۔ اس کے مقابل، نورِ محمدی ﷺ کو "عکسِ الٰہی" قرار دے کر رسول اللہ ﷺ کی محبت کو تزکیۂ باطن اور قربِ الٰہی تک پہنچنے کا حقیقی راستہ بتایا جاتا ہے۔

آخر حصوں میں بار بار موت، قبر اور توشۂ آخرت کی طرف توجہ دلاتے ہیں— کہ یہ زندگی امانت ہے، ہر سانس حساب کے ساتھ جڑا ہوا ہے، اس لئے لازم ہے کہ بندہ اپنے کام میں مگن رہے، فتنہ و فساد، حسد و کینہ اور دنیاوی شور شرابے سے بچ کر نیک عمل کا زادِ راہ جمع کرے۔ اس سارے سفر میں خواجہ نور الحسن تارکؒ کا لہجہ ایک ساتھ عاشق کا بھی ہے، فقیر کا بھی، ناصح کا بھی اور سالک کا بھی؛ وہ اپنے لیے بھی فریاد کرتا ہے اور اپنے قارئین و سامعین کو بھی جگانے کی کوشش کرتا ہے کہ عشق، ذکر، مرشد کی صحبت، اتباعِ مصطفی ﷺ اور خوف و امید کے توازن کے بغیر سلوک کی راہ پوری نہیں ہو سکتی۔ یوں یہ سی حرفی عشق، سلوک، مرشد، توحید، نبوی نور اور آخرتی شعور کا ایک مکمل اور مربوط نقشہ پیش کرتی ہے۔

سی حرفی ڈھولا

خواجہ نور الحسن تارکؒ کی سی حرفی ڈھولا اُن کے کلام کا وہ حصہ ہے جس میں تصوف، اخلاق اور انسانی تجربے کے اہم پہلو نہایت سادگی مگر غیر معمولی تاثیر کے ساتھ جلوہ گر ہوتے ہیں۔ اس صنف میں انھوں نے حرفِ آغاز کی پابندی کے باوجود معنوی گہرائی، سماجی شعور اور روحانی تربیت کے نکات کو خوبصورتی سے سمویا ہے۔ ڈھولا کا عمومی لہجہ محبتِ الٰہی، ذکرِ خیر البشر ﷺ اور انسان کی باطنی کمزوریوں کی اصلاح پر قائم ہے۔ اس کلام میں شاعر کا مخاطب کبھی محبوبِ حقیقی ہے، کبھی مرشد اور کبھی انسان کا اپنا نفس—یوں پورا کلام سلوکی تربیت اور باطنی محاسبے کا ایک زندہ نمونہ بن جاتا ہے۔ نمونہ کلام:

آمیاں ڈھولا تساں کیوں چِرلایا　　　　تیرے عشق انوکھے سانوں مار مُکایا

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

خلقت دیندی طعنے مہناں سر تے　　　ڈھولا آمل مینوں ہجر غالب آیا
بُت تڑپھے روح ہویا نماناں　　　تیرے باہجہ نہ کوئی ماہی صاحب جاناں
پُھل بخش جیسانہ کوئی میر اماناں　　　ڈھولے لے گل لاواں تیر الیف سر اناں(۲۶)

خواجہ نورالحسن تارکؒ اس سی حرفی ڈھولا میں انسان کے اندر کی کشمکش، نفس کی چالوں، دنیا کی فریب کاریوں اور عشقِ الٰہی کی قوت کا نہایت دل نشین انداز میں بیان کرتے ہیں۔ وہ اپنے مریدین کو بار بار متوجہ کرتے ہیں کہ عشقِ حقیقی کا راستہ آسان نہیں—یہ نفس کشی، صدقِ نیت، اعمالِ صالحہ اور مسلسل مجاہدہ چاہتا ہے۔ ڈھولا میں موجود اشعار واضح کرتے ہیں کہ دنیا فانی ہے، اس کے دھوکے دیرپا نہیں اور بندہ اگر غفلت میں پڑ جائے تو "ہجر" یعنی روحانی دوری اس کے دل کو بے چین کر دیتی ہے۔ وہ انسان کو تنبیہ کرتے ہیں کہ نفس، خواہش اور شیطان جب دل پر قبضہ کر لیتے ہیں تو عمل بگڑ جاتا ہے، راستہ بدل جاتا ہے اور بندہ اپنے اصل مقصد سے دور ہو جاتا ہے۔ خواجہ نورالحسن تارکؒ یہاں محبوب کو واسطہ دے کر گویا اپنے مریدوں کو نرم پیرائے میں یہ سمجھاتے ہیں کہ اللہ اور رسول ﷺ کے قرب کی اصل راہ کردار کی پاکیزگی، زبان کی سچائی، نظر کی حفاظت اور دل کی صفائی ہے۔ وہ بار بار اس حقیقت پر زور دیتے ہیں کہ جو شخص عشقِ حقیقی میں ثابت قدم رہے گا، اللہ اسے دنیا و آخرت میں سرفراز کرے گا۔ ڈھولا کا لہجہ کہیں عاجزی ہے، کہیں فریاد، کہیں نصیحت اور کہیں تربیت، لیکن ہر جگہ ایک صوفی کی دردمندانہ آواز سنائی دیتی ہے جو انسان کو اس کے باطن کی طرف بلاتی ہے۔ شاعر نے محبوبِ حقیقی کو انسان کا اصل "سہارا" اور "پناہ" قرار دیا ہے اور دنیا کے ہر دکھ، ہر تھکن اور ہر آزمائش میں اسی کی طرف رجوع کرنے کا درس دیا ہے۔ سی حرفی ڈھولا یوں ایک مکمل سلوکی پیغام بن کر سامنے آتی ہے جس میں عشق، شریعت، طریقت اور معرفت کے بنیادی اصول نہایت دلنشیں انداز میں بیان ہوئے ہیں۔

کلیاتِ خواجہ نورالحسن تارکؒ کا مجموعی جائزہ اور ادبی و فکری مقام

پنجابی صوفیانہ روایت میں جس طرح شاہ حسینؒ، سلطان باہوؒ، وارث شاہؒ اور بلھے شاہؒ نے اپنے باطنی تجربات کو عوامی زبان میں منتقل کیا، اسی سلسلے کی ایک روشن کڑی خواجہ نورالحسن تارکؒ ہیں۔ آپؒ کا کلام سادگی، تاثیر اور روحانی صداقت کا امتزاج ہے۔ یہ کلیات صرف شاعری کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک ایسے درویشِ باصفا کی باطنی زندگی، سلوکی مراحل، عشقِ رسولؐ اور اخلاقی تربیت کا نچوڑ ہے جس نے اپنے مریدین اور عام سامع کے لئے اصلاحِ نفس اور ذکرِ الٰہی کا راستہ آسان کیا۔ خواجہ نورالحسن تارکؒ کے ہاں شاعری مقصد نہیں، ذریعہ ہے—ایک ایسا ذریعۂ احسان جو انسان کو غفلت سے نکال کر بیداری کی طرف لاتا ہے۔ آپؒ کے اشعار میں تین بنیادی دائرے نمایاں ہیں، عشقِ رسول ﷺ، تزکیۂ نفس اور اخلاقی اصلاح، مرشد کی اہمیت اور دنیا کی بے ثباتی کا ادراک، یہ کلام اپنے لہجے میں خطیبانہ، اپنی معنویت میں عارفانہ اور اپنی ساخت میں سلوکی تربیت کا مربوط نظام پیش کرتا ہے۔

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

عشقِ رسول ﷺ مرکزی حوالہ

کلیات کا آغاز حمد و نعت اور بیانِ خلیۂ نبوی ﷺ سے ہوتا ہے، جو واضح کرتا ہے کہ حضرتؒ کی فکری اور روحانی بنیاد عشقِ رسولؐ ہے۔ ان کے نزدیک عشقِ نبوی صرف جذباتی وابستگی نہیں بلکہ سلوک کا سرچشمہ، معرفتِ الٰہی کا راستہ، اصلاحِ نفس کی بنیاد۔ ان کی نعتیہ شاعری میں تقدیس، صداقت اور اندرونی روشنی کی وہ کیفیت ہے جو محض تخیل کا نتیجہ نہیں بلکہ ذوقِ حضوری اور دوامِ ذکر سے پیدا ہوتی ہے۔

تزکیۂ نفس اور عملی تربیت

سی حرفی ڈھولوں میں شخصیتِ انسان کا محاسبہ، نفس کی مکاریوں سے خبردار رہنے کی تلقین اور دنیا کے فریب سے نکلنے کا پیغام مسلسل سامنے آتا ہے۔ حضرتؒ کی شاعری میں صبح کے محاسبے، عمل کی اصلاح، غلطیوں پر ندامت اور اپنے گناہوں کا شعور بار بار نمایاں ہوتا ہے۔ "الف اُٹھ سویلے وہم گیا" جیسے ڈھولے اس باطنی نظامِ تربیت کا بہترین نمونہ ہیں، جن میں روحانی بیداری کا پورا نقشہ موجود ہے۔

دنیا کی ناپائداری اور آخرت کی فکر

حضرتؒ اپنے مرید کو یہ یاد دلاتے رہتے ہیں کہ دنیا فانی ہے، نفس دھوکے باز ہے، اصل کامیابی آخرت کی نجات ہے۔ یہ مضامین پنجابی صوفیانہ شعریات کے مزاج سے ہم آہنگ ہیں مگر خواجہ نورالحسن تارکؒ کی پیشکش زیادہ براہِ راست، زیادہ بیدار کن اور زیادہ سلوکی تربیت پر مبنی ہے۔

مرشد اور اویسی روایت کی اہمیت

آپؒ کی شاعری میں مرشد کا تصور مرکزیت رکھتا ہے۔ مرشد راہ نما بھی ہے، روحانی آئینہ بھی، نفس کے خلاف جنگ میں مددگار بھی اور سلوک کی منزل تک رسائی کا ذریعہ بھی اسی نسبت نے ان کے کلام کو سلسلۂ اویسیہ کی روحانی روایت سے جوڑ دیا ہے۔

ادبی خصوصیات

خواجہ نورالحسن تارکؒ کی شاعری زبان میں عام فہم، مفہوم میں گہری، بیان میں بے ساختہ اور احساس میں بے تکلف ہے۔ پنجابی روزمرہ کے سادہ الفاظ تصوف کے دقیق مضامین کو ایسے پیرائے میں بیان کرتے ہیں کہ ایک عام قاری بھی سمجھ سکتا ہے جب کہ ایک صاحبِ ذوق محقق اس میں عارفانہ گہرائی محسوس کرتا ہے۔ ان کی شاعری میں خطیبانہ جلال، وجدانی نرمی، روحانی شفافیت، لسانی سادگی ایک ساتھ جمع ہو جاتے ہیں۔

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

کلیاتِ خواجہ نورالحسن تارکؒ سے واضح ہوتا ہے کہ آپؒ کی شاعری کسی ادبی مشق کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک صوفی کی مجاہدہ بھری زندگی، مسلسل ذکر، عشقِ رسول ﷺ کی حرارت اور مرشد سے حاصل ہونے والی باطنی روشنی کا فیضان ہے۔ ان کی شاعری انسان کو اپنے نفس کا محاسبہ کرنے، دنیا کی فریب کاریوں سے بچنے، ذکر و فکر کو قائم رکھنے اور عشقِ رسول ﷺ میں مضبوط ہونے کی عملی دعوت دیتی ہے۔ یہی وہ اوصاف ہیں جو حضرتؒ کو محض "صوفی شاعر" نہیں بلکہ "صوفی مربی شاعر" کا درجہ دیتے ہیں۔ ان کا کلام آج بھی وہی تاثیر رکھتا ہے جو ایک زندہ صوفی کی مجلس سے حاصل ہوتی ہے—دل نرم ہوتا ہے، آنکھ بیدار ہوتی ہے اور انسان کا باطن روشنی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اسی روحانی اثر اور سلوک کی گہرائی نے خواجہ نورالحسن تارکؒ کو پنجابی صوفی ادب کی معتبر اور مستقل آواز بنادیا ہے۔

حوالہ جات

1۔ منشی رحمت علی اویسی، ذکرِہادی، لائل پور، ص5
2۔ ریاض شاہد، ڈاکٹر، صنعت توشیح دی تعریف تے مثالاں، روزنامہ: تشکیلِ وطن، فیصل آباد، 28 ستمبر 2025ء
3۔ ریاض شاہد، ڈاکٹر، خواجہ نورالحسن تارک، حیاتی تے شاعری، مشمولہ: مانک موتی، مقصود پبلیشرز، لاہور، 2018ء، ص149
4۔ ریاض شاہد، ڈاکٹر، صنعت توشیح دی تعریف تے مثالاں، 28 ستمبر 2025ء
5۔ ریاض شاہد، ڈاکٹر، خواجہ نورالحسن تارک، حیاتی تے شاعری، ص150
6۔ منشی رحمت علی اویسی، ذکرِہادی، ص11
7۔ ریاض شاہد، ڈاکٹر، خواجہ نورالحسن تارک، حیاتی تے شاعری، ص151
8۔ منشی رحمت علی اویسی، ذکرِہادی، ص11
9۔ ایضاً، ص14
10۔ ایضاً، ص15
11۔ ریاض شاہد، ڈاکٹر، صنعت توشیح دی تعریف تے مثالاں، 28 ستمبر 2025ء
12۔ ایضاً
13۔ منشی رحمت علی اویسی، ذکرِہادی، ص22
14۔ تارک، خواجہ نورالحسن، کلیات خواجہ نورالحسن تارکؒ، آرٹ پریس، لاہور، 1956ء، ص3
15۔ ایضاً، ص4

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

16۔ ایضاً، ص7

17۔ ایضاً، ص15

18۔ ایضاً، ص25

19۔ ایضاً

20۔ ایضاً، ص28

21۔ ایضاً، ص31

22۔ ایضاً، ص36

23۔ ایضاً، ص43

24۔ ایضاً، ص49۔50

25۔ ایضاً، ص54

26۔ ایضاً، ص63